حقوق محفوظ
تصنیف
مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ
رازق الخیری ایڈیٹر عصمت نے
عصمت بک ایجنسی دہلی سے شائع کیا
قیمت
بارہ آنے
طبع اول
۱۹۳۱

تصانیف فخر نسواں ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکا

محترمہ خاتون اکرم تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشاپرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندو
بھر میں ڈنکا بج چکا ہی جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے درد واثر میں ڈوبے ہوئے طرز تحریر نے بڑے بڑے
قابل مردوں سے خراج تحسین وصول کیا تھا اور جن کی تحریریں دیکھ کر مشہور مصنفین بھی عش عش کرتے تھے مشہو
روزنامہ کرانیکل کی رائے ہے" مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے عمیق
خیالات وجذبات کو نہایت سادہ و پرزور انداز مگر مختصر الفاظ میں ادا کرنیکی قدرت رکھتی تھیں" علیگڈھ میگ
لکھتا ہے" انکا طرز بیان پر اثر اور دلنشین ہوتا ہے اور وہ نہایت خوبی کیساتھ اپنے احساسات کو الفاظ کی صو
میں پیش کر سکتی تھیں" رسالہ نوبہار نے لکھا تھا" مرحومہ خاتون اکرم چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمند
وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں علمی ادبی قابلیت کیساتھ خدا نے انکو درد کی بے بہا دولت سے مالا ما
رکھا تھا جس کی وجہ سے اپنی پرزور تحریر میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت ہی خوبی وخوش اسلوبی سے کھینچتی تھ

جمال ہمنشین

خاتون اکرم مرحومہ کے بے مثل ادبی مضامین کا شاندار مجمو
فانی زندگی۔ تغیرات زندگی۔ نیرنگی زمانہ۔ عبرت گاہ دنیا۔ موسم بہار
غم۔ ساون۔ عید۔ زندوں کی زندہ ہستی۔ کسی کی یاد۔ ہنسی مذاق
کا دن وغیرہ وغیرہ وہ دلاویز اور موثر مضامین ہیں جن کی عصمت۔ تہذیب۔ استانی۔ شباب۔ اردو
میں شائع ہوکر دھوم مچ چکی ہے جمال ہمنشین کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے" ان مضامین میں فلسفہ
بحث کی ہے" انڈین ڈیلی نیوز کی رائے ہے" ان مضامین کی اردو صاف دردناک ہے" زنانہ
حرم کی رائے" یہ مضامین بلحاظ زبان وخیال نہایت بلند ہیں اور انکی اشاعت زبان پر بڑا احسان
انجمن ترقی اردو کا مشہور سہ ماہی رسالہ لکھتا ہے" ان مضامین کی عبارت بہت فصیح اور پختہ ہے
وکیل کی رائے" جمال ہمنشین بلاشبہ نسوانی دنیا کے لیے سبق آموز کتاب ہے۔ اخبار مدینہ کی رائے مضا
نہایت بلند پایہ ہیں حضرت علامہ راشد الخیری نے دیباچہ لکھا ہے۔ تین ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ
نکل چکے ہیں۔ آرٹ کاغذ پر رنگین چھپی ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

پیکر وفا

ایک دلاویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں
کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کیلئے ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا
حیرت میں رہجاتی ہے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے" یہ ایک کامیاب اور مفید افسانہ ہے جس میں عورتوں کے ا
احترام کو واضح کیا گیا ہے جس کی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے" انداز بیان درد انگیز عبارت سا
وشگفتہ، اخبار ریاست لکھتا ہے۔ طرز بیان اس قدر سادہ صاف اور دلکش ہے کہ تعریف
نہیں ہوسکتی۔ اخبار کشمیری لکھتا ہے" پیرایہ بیان دلگداز ہے۔ یہ بھی بہترین آرٹ کاغذ
چھپی ہے۔ بار سوم قیمت آٹھ آنہ منیجر عصمت دہلی۔

سلسلہ مطبوعات نمبر ۵۰

اسلامی تاریخ کا ایک دلاویز افسانہ

محبوبۂ خداوند

از

مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

جس کو

رازق الخیری مالک رسالہ عصمت

نے

دفتر عصمت دہلی سے شائع کیا

مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

چوتھی بار — اپریل سنہ ۱۹۳۱ء — قیمت ۱۲؍

انتباہ و اطلاع

"محبوبہ خداوند" کا حق ... اعت بعد ... اشمی صاحب

مالک خو... اپنا ... لیا ... لیا

لے لیا ہے اسلئے کوئی صاحب اس کے کل ... ہیں

قانونی جرم کے بھی مرتکب ہونگے اور بہت براخمیہ

دفتر عصمت دہلی سے منگا سکتے ہیں کمیشن معقول دیا جائیگا۔

رازق الخیری

مالک رسالہ عصمت و عصمت بک ایجنسی دہلی

تصانیف مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

مطبوعات عصمت

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
صالحات	عہر	تفسیر عصمت	۶ر	ولایتی نٹھی	۴ر
شب زندگی حصہ اول	عہ ر	انگوٹھی کا راز	۸ر	قلب حزیں	۸ر
شب زندگی حصہ دوم	عہ ر	منازل ترقی	۴ر	امین کا دم واپسیں	۶ر
نسوانی زندگی	۸ر	وڈیا کی سرگذشت	۴ر	منظر طرابلس	۵ر
سیلاب اشک باتصویر	عہر	آمنہ کا لال	عہ ر	شہنشاہ کا فیصلہ	۴ر
طوفان اشک	عہ ر	فاطمہ کا لال	عہ ر	بچہ کا کرتہ	۴ر
جوہر عصمت	عہر	نوبت پنج روزہ	عہر	گلدستہ عید	۸ر
تحفہ شیطانی	۱۲ر	غدر کی ماری شہزادیاں	۱۲ر	سودائے نقد	۶ر
ستونتی	۸ر	وداع خاتون	۵ر	محبوبہ خداوند	۱۲ر
روداد قفس	۱۲ر	شہید مغرب	عہ ر	محصول ڈاک بذمہ خریدار	
گرفتار قفس	۴ر	نانی عشو	۱۰ر		

منیجر رسالہ عصمت دریا گنج دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبوبۂ خداوند

(١)

مملکت اسلامی کا قمر ثالث ابھی سطح خلافت پر پہلی منزل بھی پوری طرح طے نہ کرنے پایا تھا کہ بحیرۂ روم کی لہروں سے حسن کا ایک شعلہ بھڑکا اور سرزمین طرابلس چشم دنیا کی سجدہ گاہ بنی۔ یہ پھول جسنے تمام شمالی افریقہ کو مہکا دیا عیسائیوں کی وہ قابل ناز ہستی تھی جو دنیا میں سفیریہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ جو واقعی ایک قیامت تھی جس نے لاتعداد دل کچل ڈالے۔ آنکھیں دیکھتیں۔ دل تڑپتے۔ اور ایک طرابلس تھیں آس پاس کے شہر اور گاؤں تک اسکی صورت کا کلمہ پڑھتے۔

امیر البحر بریفیر سفیریہ کے باپ کا اکثر وقت گو اپنے کاروبار میں بسر ہوتا اور اس لئے کہ مسلمانوں کی ترقی و فتوحات کی خبریں متواتر کان میں پہنچتی رہتی تھیں اور اسکو حملہ کا ہر وقت کھٹکا تھا۔ وہ اپنے بیڑے کے استحکام کی تدبیروں میں منہمک رہتا۔ تاہم وہ دیکھ اور سمجھ رہا تھا کہ ملک جس کے سر پر دشمن کی تلوار چمک رہی تھی تشنۂ عشق میں چور ہے۔ اور بدقسمتی سے بربادی کا بھانڈا میرے ہی سر پھوٹنے والا ہے۔ یہ بھی لبا غنیمت تھا کہ سفیریہ کی سنجیدگی۔ متانت اور خاموشی نے ارکان سلطنت کی امیدوں میں جو اسکے حسن پر اپنے فرائض قربان کر چکے تھے کامیابی کی کوئی جھلک پیدا نہ کی

تھی۔ لیکن اسکا علاج اس بد نصیب کے بس کا بھی نہ تھا کہ سیدھی سادی دو باتیں بھی ان بوالہوسوں کے واسطے داستان عشق تھیں۔ اور ہر شخص بجائے خود عاشق بھی تھا اور محبوب بھی۔ برلفیر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اور اگر ایک طرف اس فتنہ سے غافل نہ تھا جو سفیر یہ کے ساتھ اٹھتا آ رہا تھا تو دوسری طرف وہ عشاق کے اس گروہ سے بھی بےخبر نہ تھا جنکی دنیا دما فیہا صرف اسکے اپنے گھر کی چاردیواری تک محدود تھی۔

حسن کا شہرہ طرابلس کی دیواروں سے آگے بڑھ کر دور دور پہنچا اور ارد گرد کے جاگیردار اور چھوٹے چھوٹے تاجدار بھی جو برسوں ادھر آ کر جھانکتے تک نہ تھے اب ہر وقت نہیں تو ہر روز کسی نہ کسی بہانے سے برلفیر کے آسمانی مکان کے چکر کاٹ جاتے۔

(۲)

خلیفۂ دوم یعنی اس شخص کی شہادت جس نے علیائی دنیا کے چھکے چھڑا دیے تھے دشمنوں کے لیئے ایک نعمت تھی۔ دلوں میں کینے اور سینوں میں کدورتیں موجود تھیں۔ حضرت عثمان کے خلیفہ ہوتے ہی طوطے کیطرح دیدے بدلگئے۔ ہیبت فاروقی جس نے بڑے بڑے متخیلوں کے سر کچل دیئے تھے ختم ہوتے ہی بعض ٹوٹے سنپولیئے رنگ لے آئے مصیبت آ کر یہ پڑی کہ خود مسلمانوں میں جنکے اتحاد نے عراق اور عرب کی بنیادیں ہلا اور ہر مزد و رستم کے دل دہلا دیے تھے تفرقہ پڑگیا۔ خلافت عثمانی نے مصر کی تقسیم دو حصوں میں کردی۔ عمرو عاص کے اختیارات فوجی معاملات تک محدود رہ گئے۔ اور عبداللہ بن سعد عامل مقرر ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ اسلام خالد بن ولید اور ابوعبیدہ جیسے مخلص شیدائیوں کے وجود سے روز بروز محروم ہو رہا تھا۔ عبداللہ اور عمرو وہ شان نہ دکھا سکے۔ اور اس ناچاقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ عمرو عاص علیحدہ کر دیے گئے۔ اور عبداللہ مصر اور اسکندریہ کے کل کلاں مختار ہو گئے۔

رعیت کے دل پر عمرو عاص کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ انقلاب ناگوار ہوتے ہوتے اس حد کو پہنچا کہ جو خلافت فاروقی میں آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کے قابل نہ رہے تھے اور جنکی اتنی ہمت نہ

رکھی کہ سیدھے منہ بات کرلیں کھلم کھلا لغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ اور بلوکیا گیے شروع کر دی۔ ان باغیوں میں بڑا حصّہ یونانیوں کا تھا جو عرصہ سے تاک میں تھے مگر موقع نہ ملتا تھا۔

قیصر قسطنطین مسلمانوں کے روزافزوں اقتدار کی کیفیت دیکھ کر دل ہی دل میں دانت پیس رہا تھا۔ یونانیوں کی لغاوت نے باغ باغ کر دیا۔ فوراً ایک تجربہ کار مینوئل کو سپہ سالار کرکے بیس ہزار فوج یونانیوں کی مدد کو روانہ کر دی۔

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ یونانی ملک کے چپہ چپہ اور مسلمانوں کی ہر تدبیر سے اچھی طرح واقف تھے۔ مینوئل کے پہنچتے ہی ایک خونریز جنگ شروع ہوئی۔ عبداللہ نے ہر چند شجاعت سے کام لیا۔ مگر مینوئل کی زبردست طاقت کے سامنے ایک پیش نہ گئی۔ اور دشمن قتلِ عام کرتا ہوا شہر میں داخل ہوگیا۔

اب مسلمانوں کو بھی معلوم ہوا کہ باہمی نفاق کتنی طاقت رکھتا ہے۔ اس شکست نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ حکومت کے واسطے شخصیت نہیں کچھ تجربہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ عمرو عاص جو علیحدہ کر دیے گئے تھے از سرِ نو عامل مقرر کیے گئے اور یہ جری ایک مختصر لشکر کے ساتھ مصر پر حملہ آور ہوا۔

مینوئل اچھی طرح اپنا تسلط جما چکا تھا علاوہ اسکے اپنے لشکر کے یونانیوں کا پورا گروہ اسکے ساتھ تھا اور شہر کی آبادی بھی ہمنوا۔ عمرو عاص کے آتے ہی مینوئل اپنی مسلح جماعت ہمراہ لیکر باہر نکلا مگر یونانیوں نے یقین دلایا کہ صرف ہماری طاقت عمرو عاص کے مغلوب کرنے کو کافی ہے۔ اسلیے فوج اس وقت تک مقابلہ نہ کرے جبتک ہم مغلوب نہ ہو جائیں۔ زبردست مقابلہ ہوا مگر عمرو عاص قدیم تجربہ کار اور یونانی تدبیروں سے اچھی طرح آشنا تھے۔ یونانیوں نے شجاعت کے جوہر دکھانے میں کمی نہ کی اور نہایت دلیری سے حملہ روکا۔ لیکن مسلمان تیر کی طرح اندر گھسنے لگے۔ لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر مینوئل سٹ پٹا گیا۔ اور اپنی پوری جمعیت لیکر یونانیوں کی کمک کو پہنچا۔ مسلمانوں کے دل بڑھے ہوئے تھے اور یونانیوں کی ہمت چھوٹ چکی تھی۔ ہر چند مینوئل نے حوصلہ بڑھایا مگر یونانیوں کے قدم اکھڑ گئے اور پیچھے ہٹے انکے پیچھے ہٹتے ہی مینوئل کا لشکر بھی جی چھوڑ بیٹھا۔ فوج کی یہ کیفیت دیکھ

کر سینوں اکیلا چنا کیا بہاڑ پھوڑ تا دم دبا کر بھاگا اور ایسا غائب ہوا کہ پھر اسکی صورت میدان میں دکھائی دی
عمر وعاص اس فتح کے نعرے لگاتے اور خدا کا شکر ادا کرتے شہر میں داخل ہوئے۔ افسوس یہ ہے کہ اس قیامت خیز جنگ میں شہر کا قلعہ اور سنگین فصیل مسلمانوں کے حملے سے تاراج و برباد ہوگئی اب باشندگان شہر نے اسکے سوا کوئی صورت نہ دیکھی کہ عمر وعاص سے معافی کے طالب ہوئے۔ اور آئندہ کے واسطے عہد کیا کہ اب بغاوت نہ کرینگے۔ عمر وعاص نے خونریزی کی ممانعت کر دی اور اس فتح کی یادگار میں ایک مسجد تعمیر کی جسکا نام اتبک رحمت پکارا جاتا ہے۔ اور آج بھی ان مسلمانوں کی حمیت کا پتہ دے رہی ہے جنھوں نے اپنے خون گرا کر اور جانیں لڑا کر اسلام کا بول بالا کیا۔
مملکت کے رموز بادشاہ ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ تاریخ نہیں بتاتی کہ کیوں، مگر نہ معلوم کن مصلحتوں سے اس فتح کے چند ہی روز بعد عمر وعاص حکومت مصر سے علیحدہ کیے گئے اور عبداللہ دوبارہ عامل مقرر کیے گئے۔
یہ وہ وقت تھا کہ عبداللہ کا کوئی لمحہ ایسا نہ جاتا تھا کہ وہ اسلام کی کسی نمایاں خدمت انجام دینے کے فکر میں مستغرق نہ رہتے ہوں وہ اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ اس جنگ میں میں اپنے فرائض پورے ادا نہ کر سکا اور اب جبتک کوئی خاص کام نہ کروں اس الزام کی تلافی نہیں ہو سکتی۔
شمالی افریقہ اور جبیرہ روم آنکھ کے سامنے تھا اور شرک و کفر کی صدائیں ہوا میں گونجتی ہوئی سمت باز عبداللہ کے کانوں میں آ رہی تھیں۔ اس لیئے یہ خواہش قصد کی حد کو پہنچی بالآخر قصد بھی مصمم ہو گیا کہ طرابلس میں کلمۂ توحید کی صدا بلند کروں۔

(۳)

بارقہ کا مشہور منجم کارتھیسٹا جسکے دعاوی اور پیشین گوئیاں روز بروز اور لمحہ بلمحہ صداقت کے قریب پہنچ رہی تھیں ایک افریقہ میں کیا دور دور مشہور ہوتا جا رہا تھا۔ عیسائی دنیا اسکی پرستش کر رہی تھی۔ وہ نہ صرف آئندہ کے مفصل حالات بتا رہا تھا بلکہ اس کا دعویٰ تھا کہ میرے تمام معتقد اپنی تکالیف و مصیبت سے باخبر ہو کر قبل از وقوع اسکا علاج کر سکتے ہیں۔ اور اترات

محفوظ رہیں گے۔ اسکی زندگی تکلیف سے قطعاً علیحدہ تھی کنارہ دریا پر ایک بوسیدہ خانقاہ اُسکا مسکن
تھی جہاں وہ راہبوں کی سی زندگی بسر کرتا تھا۔ چیلوں کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی۔ اور
شہرت و کامیابی ہر روز اس تعداد میں اضافہ کر رہی تھی۔ موت و زیست اکثر حالات میں اُس کی
فرمانبردار تھیں۔ سخت سے سخت مریض میں اسکی توجہ یقینی صحت تھی۔ اور جیتے پھرتے اچھے بھلے
آدمی پر ایک نظرِ عنایت کا ہی موت۔ حق یہ ہے کہ کارتھیسٹ خدائی کر رہا تھا۔ لوگ خدا کو بھول
چکے تھے۔ اور خدا کے تمام اختیارات کارتھیسٹ کے ہاتھ میں تھے عرب خدائے واحد کا اور افریقہ کارتھیسٹ
کا کلمہ پڑھ رہا تھا۔ وہاں بُت پرستی کے بدلے توحید آئی۔ یہاں تثلیث میں انسانی خدائی شامل
ہوئی۔ خدائی کا دعویٰ مُنہ کا نوالہ یا گڑیوں کا کھیل نہ تھا۔ کارتھیسٹ غیر معمولی دماغ کا انسان
تھا۔ زیادہ تر خاموش رہتا اور جب کوئی بات منھ سے نکلتی تو یا دن تولہ اور یا دُرتی کی ہوتی
مُرید اسکے الفاظ پھولوں کی طرح گود میں لیتے اور وحی کی مانند سر آنکھوں پر رکھتے۔

اسلام کا غلغلہ افریقہ میں پہنچ چکا تھا اور کارتھیسٹ اچھی طرح جانتا تھا کہ یہاں دن
اسلام کی تلوار ایک روز یہاں چمکیگی۔ اس لیے اس نے پہلے ہی سے اسلام کے برخلاف زہر
اُگلنا شروع کر دیا تھا اور علی الاعلان کہدیا تھا کہ پانچ سال کے اندر اندر مسلمانوں کا حملہ ہم پر
ہوگا اور اگر ہم نے ابھی سے پیش بندی نہ کی تو ہم ان کے قبضہ میں پہونچیں گے اور ہماری مقدس
خانقاہیں تاراج و برباد ہونگی کارتھیسٹی فرقہ میں قریب قریب تمام عیسائی شامل تھے۔ اس
پیشین گوئی نے سب کو متحد کر دیا۔ ابھی مسلمانوں کے حملہ کا سان و گمان بھی نہ تھا لیکن کارتھیسٹیوں
نے زور و شور کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ مہیلہ لجبر بریفر کارتھیسٹ کا معتقد خاص اور
اس فرقہ کا خلیفہ تھا۔ مسلمانوں سے اسکا تعصب اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ نام سنکر دانت پیستا تھا
کارتھیسٹ کی پیشین گوئی کہ مسلمان عنقریب ہم پر حملہ کرنے والے ہیں آگ کی ایک چنگاری تھی جس
نے دلوں میں حسد اور بغض کے ایسے شعلے بھڑکا دیے تھے کہ ہر کارتھیسٹی ہر لحظہ اسی اُدھیڑ
بُن میں مستغرق رہتا تھا۔

بریفر کا بیڑا تین کشتیوں کا تھا اور اب اسکی یہ کیفیت تھی کہ خواہ مخواہ ہر وقت سمندر کے چکر اس امید پر کاٹا کرتا کہ کوئی آتا جاتا سا قزل جائے جو مسلمانوں کے حالات کا صحیح صحیح پتہ دے سکے۔ راتوں شہر پناہ کے آس پاس اپنے خبط میں ٹہلتا۔ دنوں جنگل بیابان میں یہی سودا لیئے پھرتا اس خیال میں اکیلا بریفر ہی گرفتار نہ تھا قریب قریب تمام فرقہ اسی فکر میں تھا۔ جس کا مذہبی حیثیت سے جسقدر تعلق تھا اتنی ہی اسلام کی طرف سے اسکو پریشانی تھی۔ یہ کارتھیسٹ کو بھی اچھی طرح یقین تھا کہ جس قوم نے ایران و عراق ملک کا چشم زدن میں خاتمہ کردیا وہ طرابلس کو کیا چھوڑنے والی ہے۔ اور جن بہادروں نے بہرشیر اور مدائن کے مابین دجلہ جیسے دریا کو بغیر پل اور کشتیوں کے قدموں سے روند دیا وہ بحیرہ روم کی کیا پروا کرینگے۔ اور اسی یقین کے ساتھ اسکو یہ بھی یقین کامل تھا کہ اسلام جس نے اپنے رسول کو معمولی انسان سمجھا میری فوقیت کو کب تسلیم کرنے والا ہے میں تو واجب القتل ٹھہروں گا۔ میری خیر تو اسی میں ہے کہ اسلام کو یہاں پھٹکنے نہ دوں۔ یہی اندیشہ اور کھٹکا تھا جسکی وجہ سے کارتھیسٹ نے پہلے ہی سے تمام انتظام کرلیئے تھے۔ گرگوری جسکے ہاتھ میں اسوقت مملکت کی باگ تھی راہب کی پیشین گوئی سنکر لرز چکا تھا اور دن رات اہتمام اور انصرام میں مصروف تھا آس پاس کے تمام عیسائی رؤسا کے نام احکام جاری ہوچکے تھے۔ کہ مسلمان عنقریب ہم پر حملہ کرنے والے ہیں۔ تیار رہو اور خدا کے گھروں کو ظالموں سے بچاؤ

(٤)

صبح صادق کا سہانا وقت تھا ٹھنڈی ہوا کے جھونکے چل کر سمندر کی لہریں بڑھ کر پرندوں کے نغمے گونج کر دنیا کا درس دے رہے تھے۔ لیکن کارتھیسٹی گروہ حیات انسانی کے انجام اور اطمینان قلب کے نتیجہ موت اور انقلاب کو فراموش کیئے نفس پروری میں مصروف تھا تھا تقار جہاں کا ہر ذرہ خدا کی یاد دلاتا۔ جہاں معبود حقیقی کی عبادت ہوتی شراب کی کشتی نہیں شراب خانہ ضرور تھا۔ رات دن دور چلتے اور جوا ہوتا۔ حسین عورتوں کا جمگھٹ دوشیزہ لڑکیوں کا گروہ

عبادت کے خیال سے آتا۔ اور عیش و عشرت میں مصروف ہوتا۔ امرا میں کسی کی ہستی۔ غربا میں کسی کی مجال اور بہادروں میں کسی کی طاقت نہ تھی کہ کارتھیسٹ کے مقررہ اصول و قواعد کے خلاف لب کشائی کر سکتا اندیشہ تھا کہ برباد اور احتمال تھا کہ تاراج نہ ہو جائے۔ شام کے وقت غروب آفتاب سے قبل پیشین گوئیاں صادر ہوتیں اور خدا معلوم تجربہ تھا یا اتفاق اور عقیدت تھی یا ملی بھگت کہ کبھی بھول کر بھی سننے میں نہ آیا کہ کوئی پیشین گوئی غلط ہوئی۔ غالباً بڑی وجہ یہ تھی کہ کارتھیسٹ بوڑھا آدمی معاملات سے اچھی طرح باخبر اور واقعات سے پوری طرح آشنا تھا۔ کہتا وہ جو دل کو لگتی اور بتاتا وہ جیسے ہونے کا یقین کامل ہوتا تھا۔

صبح کے وقت آفتاب نے اپنا جھنڈا بحیرۂ روم کی لہروں میں اچھی طرح گاڑا اِدھر برلفر اور سفیر یہ دونوں باپ بیٹیاں خانقاہ میں داخل ہوئے۔ کارتھیسٹ کے قدموں کو بوسہ دیا۔ خداوند کے مجسمہ کی پرستش کی اور دونوں دو زانو ہو کر راہب کے سامنے ہو بیٹھے۔

کارتھیسٹ ۔ کیوں برلفر کیا حال ہے۔

برلفر ۔ اقبال خداوندی سے بیڑہ بالکل تیار ہے۔ ہر وقت تلاش ہے کہ مکار مسلمانوں کی صورت دکھائی دے اور تاراج کریں۔

کارتھیسٹ ۔ مگر ان ڈاکوؤں میں ہمت غضب کی ہے۔

برلفر ۔ وہ ہمت ہمارے سامنے کام نہیں آسکتی۔ ہمارا ایک اُن کے سو پر بھاری ہے۔

کارتھیسٹ ۔ اُمید تو یہی ہے مگر ہمکو معلوم ہوا ہے کہ بغیر ہماری دعا کے تمہاری کامیابی مشکل ہے

برلفر ۔ یہ تو ہمارا پہلے ہی یقین ہے کہ بھلا بلا آپ کی مدد کے کون کامیاب ہو سکتا ہے

کارتھیسٹ ۔ اچھا پورٹ کا کیا رہا۔

برلفر ۔ کیا عرض کروں وہ بُری طرح پیچھے پڑا ہے۔ اور ایک وہ کیا دن رات ایسے ہی لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ سفیریہ کی یہ کیفیت ہے کہ وہ کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی۔ اب میں خود حیران و پریشان ہوں جو کچھ آپ فرمائیے وہ تعمیل کروں۔ یہ بھی حاضر ہے۔

کارتھیسٹ - یہ شادی کا معاملہ ہے تم اور یہ دونوں بہتر سمجھ سکتے ہو بلکہ اسکی اپنی رائے پر چھوڑ دو - مشورہ میں میں بھی شریک ہو جاؤں گا - لیکن صرف تم لوگوں کی رائے سے اتفاق کر دوں اور بس -

پریفیر - مگر مقدس پاپا جب تک آپ یہ نہ فرمائیں گے کہ یہ تعلق خوشگوار ہوگا اُسوقت تک یہ لونڈی رضامند ہوگی نہ میں غلام -

سفیر - لیکن ابھی تو اسکی کچھ ایسی جلدی ضرورت بھی نہیں ہے - سب سے پہلے تو اس مصیبت کو ٹالنا ہے جو کمبخت مسلمانوں کی طرف سے آنے والی ہے - مقدس پاپا کا فرمان اٹل ہے پیرشیان وہ ناہنجار ضرور کریں گے - انہوں نے جو آفتیں ڈھائی ہیں خدا دشمن کو نہ دکھائے -

کارتھیسٹ - شاباش شاباش ہونہار لڑکی شاباش ، بیشک وطن کی محبت یہی معنی رکھتی ہے - میری رائے میں بھی یہ شادی اُسوقت تک ملتوی رہنی چاہئے جب تک ہم دغا باز مسلمانوں کا اچھی طرح سر نہ کچل دیں ہمکو کسی خوشی کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیئے -

پریفیر - مگر مقدس پاپا اسکا کیا علاج کہ مملکت کا ہر متنفس ہماری جان کا دشمن ہوا جاتا ہے اور تو اور خود گرگوری اس لونڈی کا خواہشمند ہے - اب ہماری عقل کام نہیں کرتی کہ ہم کیا کریں ہم رعیت ضرور ہیں - مگر اسکے کیا معنی ہیں کہ گرگوری زبردستی رعیت کی بہو بیٹیوں کو چھین لے -

کارتھیسٹ - کیا کہتے ہو ؟ گرگوری ! کیا سچ کہتے ہو ؟

پریفیر - مقدس پاپا کسکی مجال ہے کہ ایک حرف بھی خلاف واقعہ آپ کے سامنے زبان سے نکال سکے - اول تو گرگوری کے متعلق دوسرے آپ کے سامنے - تیسرے اس نازک حالت میں میری کیا ہستی ہے کہ غلط کہوں - گرگوری ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ آچکا ہے اور اسی ہفتہ میں -

کارتھیسٹ - اس نے تمہارے سامنے زبان سے اس قسم کی درخواست کی ؟

پریفیر - دونوں مرتبہ اور نہایت سختی سے -

کارتھیسٹ - جھپیا مگر تعجب کی بات ہے اسوقت گرگوری کو سلطنت کا فکر ضروری تھا ،

ذکر حسن پرستی کا ۔
بریفر ۔ ایک گرگوری کیا ہمارے واسطے تو ہر شخص گرگوری بنا ہوا ہے ۔ دن رات یہی سوانگ ہیں ۔ مقدس پاپا اگر منظور کریں تو یہ بہتر ہوگا کہ میں اعلان کردوں کہ جبتک ہم مسلمانوں سے فارغ نہ ہوجائیں اسوقت تک مقدس پاپا نے سفیرہ کی شادی ملتوی کردی ہے ۔
کارتھیلسٹ ۔ اچھی بات ہے مگر یہ بہتر ہوگا کہ تم اسکو یہیں خانقاہ میں چھوڑ دو ،
بریفر ۔ تو کیا میں اسکے سہیلیوں میں داخل ہونے کا اعلان کردوں ۔
کارتھیلسٹ ۔ نہیں کسی لڑکی کو اسکی مرضی کے خلاف قربان گاہ میں داخل کرنے کی ضرورت نہیں
سفیرہ ۔ مقدس باپ مجھے مطلق عذر نہیں ۔ اگر حکم ہو ۔
کارتھیلسٹ ۔ نہیں تجھے دنیا میں بہت کچھ کرنا ہے ۔ اور خداوند کے حضور میں بہت سرخرو حاضر ہونا ہے ۔
سفیرہ ۔ شکر ۔ شکر ۔ شکر ۔
بریفر ۔ کرم ۔ کرم ۔ کرم ،
کارتھیلسٹ ۔ اچھا بریفر تم جاؤ اور اعلان کردو کہ سفیرہ خانقاہ میں داخل ہوگئی ۔
بریفر ۔ بہت خوب مقدس پاپا بہت خوب ۔
کارتھیلسٹ ۔ بہتر ہوگا کہ تم اپنے سامنے اسکے کپڑے تبدیل کرادو ۔ اور یاد رکھو اسکے نازک ہاتھ ایک ایسے مسلمان کی گردن تن سے جدا کریں گے جو اپنی قوم میں سب ممتاز ہوگا اور وہی قتل مسلمانوں کی شکست اور تمھاری فتح کا سبب ہوگا ۔
بریفر ۔ شکر ۔ شکر ۔ شکر ۔
سفیرہ ۔ کرم ۔ کرم ۔ کرم

(۵)

گرگوری والی طراہیس کا دربار گرم ہے ۔ فوج کے مشہور جری جنگی صلور لوں ہے

خون ٹپک رہا ہے تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھے خاموش بیٹھے ہیں۔ چہرے غصہ سے سُرخ اور آنکھیں خونِ کبوتر بنی ہوئی ہیں۔ دفعتہً گرگوری نے دانت پیس کر سپہ سالار کی طرف دیکھا اور کہا بیشک جب تک ہمارے سر پر مقدس باپ کا سایہ موجود ہے جب تک طرابلس کار تھیسٹ کے مبارک قدموں کا بوسہ دے رہا ہے کسکی مجال ہے کہ ہماری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لے۔ آج حضور کی بدولت ہم میں وہ طاقت ہے کہ مسلمان کیا اگر تمام دنیا متفق ہو کر مقابلہ کو آئے تو تباہ و برباد کر دیں۔ تم نے کل شام کو شرف قدمبوسی حاصل کیا۔

سپہ سالار۔ میں آدھی رات کے وقت باریاب ہوا تھا۔ مسکرا کر فرمایا متفکر نہ ہو مسلمانوں کی موت انکو کھینچ کر لا رہی ہے۔ ان کے سپہ سالار کی گردن اس مہ جبین کے نازک ہاتھ جدا کریں گے۔۔۔

گرگوری۔ مہ جبین کون؟

سپہ سالار۔ بریفر کی لڑکی عشیرہ۔

گرگوری۔ کیا یہ الفاظ تم نے اپنے کان سے سنے؟

سپہ سالار۔ ہاں خود مجھ سے ارشاد ہوا ہے۔

گرگوری۔ مگر وہ اسوقت وہاں کس طرح پہونچی؟

سپہ سالار۔ آپ کو معلوم نہیں کہ وہ سہیلیوں میں داخل ہو گئی اور اعلان ہو گیا کہ جب تک ہم مسلمانوں کا سر نہ کچل دیں سفیرہ کی شادی ملتوی رہیگی۔

گرگوری۔ یہ تو کچھ نہ ہوا۔ بریفر نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اس ہفتہ میں وہ قصرِ شاہی میں داخل کر دی جائیگی۔

سپہ سالار۔ مگر مقدس پاپا کے ارشاد کے خلاف بریفر۔ سفیرہ کسطرح کچھ کر سکتے تھے۔

گرگوری۔ تو کیا یہ تجویز پاپا کی ہے؟

سپہ سالار۔ ہاں میں نے تو یہی سنا ہے۔ اور غالباً اسوجہ سے کہ یورٹ نے دو دن

باپ بیٹیوں کو پریشان کررکھا ہے۔

گریگوری۔ پورٹا اپنی شرارت سے باز نہیں آتا۔ اس سے کہہ دیا کہ سفیریہ کا سودائے خام دماغ سے نکال دے۔ اور اپنی اصلیت پر غور کرے۔ وہ آج پریفیرکی لڑکی سہی۔ مگر کل اسکو طرابلس کا مالک بننا ہے۔ وہ معمولی لڑکی نہیں اس سلطنت کی ملکہ ہے۔

بہتر یہ ہوگا کہ اس معاملہ کو پاپا پر ظاہر کردوں اور انکی اجازت حاصل کرلوں۔

سپہ سالار۔ مگر سب سے پہلے تو ان مکار مسلمانوں کو ختم کرنا ہے جنھوں نے ہر وقت پریشان کررکھا ہے۔ ان سے فارغ ہونے کے بعد پھر اور کارروائی ہوسکتی ہے۔

گریگوری۔ مگر احتیاطاً پاپا کے کان میں ڈال دینے کا کیا مضائقہ ہے۔

سپہ سالار۔ کچھ حرج نہیں۔

گریگوری۔ اور ہاں اس مسلمان کا کیا ہوا۔

سپہ سالار۔ عجیب سخت جان آدمی معلوم ہوتا ہے۔ ہر قسم کی سزا دی جا چکی۔ کوڑے لگے۔ قید رہا۔ بھوکا مرا۔ پیاسا رہا۔ مگر اپنے عقائد سے باز نہیں آتا۔

گریگوری۔ جان سے مار ڈالنا چاہئیے۔

سپہ سالار۔ وہ بے حیا تو اس کے لئے تیار ہے۔ لیکن ضرورت یہ ہے کہ وہ زندہ رہے اور دوسروں کے واسطے عبرت ہو۔

گریگوری۔ ہر قسم کی سزا بھگت رہا ہے اور پاپائی مقدس پر ایمان نہیں لاتا۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ ہمارے ہاں تو صداقت کے کھلے ہوئے ثبوت موجود ہیں پاپا کا ارشاد آج تک غلط نہیں ہوا۔ پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائے لیکن انکی پیشین گوئی نہیں ٹل سکتی۔ یہ سب کچھ وہ اپنی آنکھ سے دیکھ اور کان سے سُن رہا ہے۔ اور پھر بھی راہ راست پر نہیں آتا۔

سپہ سالار۔ یہی نہیں غضب یہ ہے کہ جب اس گمراہ کے سامنے مقدس کار تھلیسٹ کا نام آتا ہے تو نہایت گستاخانہ الفاظ استعمال کرتا ہے۔ آج شاید تیسرا روز ہے کہ اس نے

ایک ایسی بات کہی کہ میں زبان سے دُہرا نہیں سکتا - خانقاہ سے تین میل فاصلہ پر جنوب کی طرف قوم فلورس کے لوگ بہت پریشان تھے اور اندیشہ تھا کہ سمندر کی لہریں تمام آبادی کا خاتمہ کر دینگی - خلقت مقدس پاپا کے حضور میں حاضر ہوئی - شام کے وقت حکم ہوا کہ گاؤں محفوظ رہیگا رات کو پانی اُتر گیا - اور سب مطمئن ہو گئے - اس بے ایمان سیاہ رو نے سنا تو زور سے قہقہہ لگایا اور اپنی واہی تباہی بکتا رہا - مجھکو غصہ آیا اور جب اس منہ سے وہ لفظ سنا جسکا ادا کرنا یقیناً کفر ہے - تو ایک لات اس زور سے منہ پر ماری کہ چکرا کر گر پڑا - مگر بے حمیت ہتیار ہوا تو پھر وہی اسلام کی رٹ تھی -

گریگوری - تم نے کبھی اسکو پاپا کے حضور میں پیش کیا - ؟

سپہ سالار - نہیں شتاق تو وہ بھی ہیں - مگر میں مناسب نہیں سمجھتا - زبان دراز آدمی ہے ایسا نہ ہو کوئی گستاخی کر بیٹھے -

گریگوری - اگر وہاں ایسا کیا تو اپنے کئے کی سزا پائیگا فوراً زبان حلق سے نکال دینا -

سپہ سالار - بہت اچھا جس وقت حکم ہو -

گریگوری - پاپا کا ارشاد کیا تھا -

سپہ سالار - اسکی اس دیوانگی کی کیفیت سنکر فرمایا تھا - ہم بھی اسکو دیکھیں گے کہ مسلمان کیسے ہوتے ہیں ؟

گریگوری - بس تو ابھی لے کر چلو -

(۶)

میں تیری زندگی سے اچھی طرح واقف ہوں ابتدا میں دنیا کی کچھ فانی تکلیفیں ضرور تجھ کو ستائیں گی - دولت جس پر بیوقوف انسان جان دیتا ہے - حکومت جسکے واسطے کتے کی طرح لڑتا ہے تیرے پاس ابھی نہ ہو - لیکن ابدی راحت کے خزانے تیرے واسطے کھلے ہوئے ہیں اور تو اس دولت کی مالک ہے جسکو کبھی زوال نہیں - میں یہ بھی کہدیتا ہوں کہ چونکہ تو انسان

ہے اور ابھی دنیا کی خواہشیں تیرے پیچھے لپٹی ہوئی ہیں ، اس لیئے تو اس اعزاز سے بھی محروم نہ رہے گی

کارتھیسٹ

لیکن مقدس باپ میں آپ کے اس ارشاد کا مطلب نہ سمجھ سکی کہ اگر شوہر کی خواہش ہے تو کارتھیسٹ کو اپنا شوہر خیال کر۔ آپ میرے مقدس باپ ہیں۔ مقدس راہب آپ میرے سہارا ہیں۔ میں آپ کی لڑکی ہوں۔ لونڈی ہوں۔ اگر یہ حکم ہے کہ تنہائی میں چل کر رات بھر پاؤں دباؤں تو مجھے عذر نہیں۔ چلیئے آپ آرام فرمائیے میں حاضر ہوں مگر اس ایک فقرے سے میرے دل میں ہزاروں وہم آرہے ہیں۔

سفیرہ

بجلی کی روشنی یا کافوری شمع نہیں۔ ایک معمولی مٹی کا چراغ خانقاہ میں جل رہا تھا بڈھے کارتھیسٹ کے جواب میں سفیرہ جو خاموش اسطرح کھڑی تھی کہ چاند کی روشنی روشندان سے چھن چھنکر اسکے رُخِ روشن کے بوسے لے رہی تھی۔ جب یہ الفاظ ادا کر چکی تو راہب اٹھ کھڑا ہوا اس نے شوق کے ہاتھ آگے بڑھاکر سفیرہ کے گلے میں ڈالدیئے اور کہا

مجھکو حسین حور کی دنیا میں ملنے کی خوشخبری خداوند نے دی مبارک ہو کہ وہ تو ہے تو انسانی صورت میں آسمانی حور ہے جو میری خدمت کے واسطے بھیجی گئی ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر اس کا چرچا اشارۃً بھی کسی کان تک پہنچیا تو جلکر خاک ہو جائیگی۔

سفیرہ اتنک خاموش کھڑی تھی۔ مگر سفید ریش ہاتھ گردن میں پہنچکر اسکو پریشانی میں ڈال رہے تھے۔ کبھی حسنِ عقیدت مجبور کرتا تھا کہ ان ہاتھوں کو سر آنکھوں پر رکھ لوں۔ اور کبھی انسانیت ترغیب دیتی تھی کہ جھٹک کر الگ کھڑی ہو جاؤں ، کچھ دیر تامل کے بعد اس نے کارتھیسٹ کی طرف دیکھا اور کہا :-

میرے مقدس باپ مجھ سے زیادہ خوش نصیب لڑکی کون ہوگی۔ جسکے سپرد ایسی مبارک خدمت کی جائے۔ بزرگ آقا میں ہر قسم کی خدمت کے واسطے تیار ہوں۔ لیکن

" " " " " " " " "

کارتھیسٹ ۔ لیکن کیا ؟

سفیریہ " " " " "

کارتھیسٹ ۔ بول ۔ بول ۔ بولتی کیوں نہیں ؟

کارتھیسٹ ۔ اب کیوں خاموش ہے تجھے معلوم ہے میں کون ہوں ۔ تو جانتی ہے مجھ میں کیا طاقت ہے ۔ کیا میں دلوں کے حال نہیں جانتا ۔ کیا میں آئندہ کے واقعات نہیں بتا سکتا کیا میں خداوند کی طاقت میں برابر کا شریک نہیں ۔ کیا تو چاہتی ہے کہ اسی وقت جلکر خاک سیاہ ہو جائے ۔ کیا تیری خواہش ہے کہ جہاں تو کھڑی ہے یہیں زمین پھٹ جائے اور تو سما جائے ۔

کارتھیسٹ کی آنکھ سے شعلے اور منہ سے جھاگ جاری تھے ، وہ غضب کی نگاہوں سے سفیریہ کو گھور رہا تھا ۔ سفیریہ کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی ۔ بدن میں رعشہ تھا کہ کارتھیسٹ نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا :۔

تیرے دل میں ہماری طرف سے ناپاک وسواس پیدا ہوئے ۔ اسکی سزا ملنی ضرور ہے سنبھل ۔ سنبھل ۔ سنبھل ۔

دیوار سے ایک خوفناک شعلہ بلند ہوا ۔ جس نے سفیریہ کو موت کا یقین دلا دیا ۔ وہ گھبرا کر یہ کہتی ہوئی گری ۔

اے مقدس راہب رحم ۔ اے خداوند رحم ، قصور ۔ خطا ۔ غلطی ۔ رحم رحم ۔ خداوند رحم

کارتھیسٹ ۔ بدنصیب ہے ہٹ جا ۔ دُور ہو جا ۔ شیطان کی اُمت غارت ہو جا ۔

سفیریہ قدموں میں پڑی ہوئی تھی اور اسیطرح گڑگڑا رہی تھی ، شعلے تھم تھم کر اور رک رک کر دیوار سے نکل رہے تھے اور اپنی خوفناک صورتیں دکھا کر بھولی لڑکی کا دل دہلا رہے تھے ۔ کہ خانقاہ میں قدموں کی آہٹ معلوم ہوئی ۔ اور کچھ آدمی باتیں کرتے ہوئے کمرے کی پشت کے پاس پہنچے

اس آواز اور اس واقعہ نے مقدس راہب کی تمام توقعات کا خاتمہ کر دیا ۔ وہ فوراً ایک کھڑکی کے پاس پہنچا جھانک کر دیکھا تو گریگوری دو آدمیوں کو لیئے چلا آ رہا ہے ۔

کارتھیسٹ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوگیا ۔ اُس نے پاؤں کی ٹھوکر سے سفیریہ کا سر ہٹایا اور کہا ۔ گریگوری قدسوسی کو حاضر ہوا ہے ۔ میں جب تک اس سے فارغ ہوں تو یہیں پڑی رہ ۔ اور اپنی تقدیر کو رو ،

سفیریہ ۔ اے مقدس راہب رحم یہ دوزخ کے شعلے مجھ کو جلا کر خاک سیاہ کردینگے ۔

کارتھیسٹ ۔ جان اگر عزیز ہے تو پہلے سے خیال نہ کیا ۔ اسقدر شیطان کا اثر کہ ہمارے متعلق ایسا وہم ۔ یہ وسوسہ ۔ بھگت بھگت ۔ مر مر ۔

سفیریہ ہاتھ جوڑے سامنے کھڑی تھی ۔ قدموں میں گری اور رو کر کہا ۔

خطا ۔ خطا ۔ قصور قصور ۔ رحم رحم خداوند رحم ۔

کارتھیسٹ ۔ کیوں غلط خواہش کرتی اور ناممکن بات کہتی ہے ۔ ضرورت ہے کہ تجھ جیسی نابکار لڑکی کو جس نے ہماری ذات کے متعلق ایسا رکیک خیال کیا ۔ یہ خدائی غضب مسمار کردے مجرم کو سزا نہ دینی ظلم ہے ۔ تیرا قصور ایسا خفیف نہیں کہ معاف کردیا جائے ۔

سفیریہ ۔ پاپا ناتجربہ کار تھی ۔ ناواقف تھی ۔ غلطی ہوگئی ۔ عہد کرتی ہوں اور قسم کھاتی ہوں کہ اب ایسی غلطی نہ ہوگی ۔

ایک شعلہ دیوار سے اور بھڑکا اور سفیریہ دوڑ کر کارتھیسٹ کو یہ کہتی ہوئی لپٹی ۔

"اے پاپا رحم ۔ رحم ۔ رحم ،

(۷)

سرنیشا کارتھیج مورتانیہ وغیرہ جو آجکل بارقہ طرابلس اور ٹیونس کے نام سے مشہور ہیں شرک کا مخزن ہیں ۔ جسطرح عرب کی سرزمین پر ہر خاندان کا ایک ایک جدا گانہ بت تھا اسیطرح یہاں ایک راہب خدائی میں شریک ہے ۔ جسکی پرستش زور شور اور دھوم دھام سے ہوتی ہے راہبوں کے باہمی اختلاف کبھی کبھی معتقدین میں کچھ مناقشہ پیدا کردیتے ہیں ۔ لیکن راہب کی وقعت ہر دل میں اسدرجہ گھر کر چکی ہے کہ کسی راہب کے سامنے لب کشائی کرنا دیدہ و دانستہ

موت کے منھ میں جانا ہے۔ اس خیال سے ہر راہب کی کوششیں قابل داد ہیں کہ وہ دوسرے کی تفضحیک یا اپنی تفضحیک سمجھ کر ایسا موقعہ آنے ہی نہ دیتا کہ اسکے معتقد اسکے برخلاف ہوں۔ چودہویں صدی ہجری کے مسلمان علماء اور بالخصوص وہ بزرگ جنکی دھڑے بندیوں نے اسلام کا شیرازہ ہندوستان میں ایسا منتشر کر دیا کہ بیسیوں فریق اور سب ایک دوسرے کی جان کے دشمن۔ اگر راہبوں کی کوششوں پر غور کرتے تو پتہ چلتا کہ وہاں اتحاد نے فریب کو حقیقت اور یہاں خودغرضی نے حقیقت کو بے اصل بنا دیا۔ طرابلس کارتھیسٹ جیسے راہب کے زیر نگین تھا۔ اور گو کارتھیسٹ معتقد اپنے راہب کے سوا کسی دوسرے شہر کے راہب سے واسطہ نہ رکھتے تھے۔ لیکن کارتھیسٹ کو اچھی طرح یقین تھا کہ اگر ضرورت ہوئی تو ٹیونس اور الجیریہ کیا افریقہ کا بچہ بچہ طرابلس پر قربان ہو جائیگا۔

مسلمانوں کے حملے کے واسطے پہلا شہر طرابلس ہی تھا۔ اور اس لیئے گرگوری اور کارتھیسٹ دونوں متیقن تھے کہ صبح و شام مسلمان حملہ کرنے والے ہیں۔ لیکن کارتھیسٹ کی اس پیشینگوئی سے کہ مسلمان ناکام جائیں گے اور فتح ہماری ہوگی ہر متنفس حملہ کی خوشیاں منا رہا تھا۔

(۸)

مصر کی جامع مسلمانی سے اذان مغرب کی آواز بلند ہوئی اور مسلمانوں کا جم غفیر خدائے واحد کے حضور میں سر جھکانے کے واسطے حاضر ہوا۔ سعد بن جبیر نے اس درد سے کلام اللہ کی تلاوت کی کہ ہر لفظ کلیجوں کے ٹکڑے اڑا رہا تھا۔ فراغت نماز کے بعد عبداللہ بن سعد والی مصر خاموش صحن مسجد میں ٹہل رہے تھے کہ ایک یہودی حاضر خدمت ہوا۔ اور کہا اسلام کی جو وقعت و عظمت میرے دل میں ہے اسکا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ میں عنقریب کلمۂ توحید سے مالا مال ہونے والا ہوں۔ مگر جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ آپ عنقریب شمالی افریقہ پر حملہ کرنے والے ہیں اُسوقت سے میرے خیالات میں کچھ تغیر پیدا ہو رہا ہے۔ میرا خیال تھا کہ مسلمان محض اپنی صداقت سے کلمۂ توحید دوسروں تک پہونچانا چاہتے ہیں۔ اور ان کا مقصد اس کے سوا

کچھ نہیں کہ بندگان خدا - خدا کے برتر کی عظمت کو پہچان لیں - میرا عقیدہ تھا اور میں سمجھتا تھا کہ ان کو مال و متاع - سلطنت و حکومت اور جاہ و حشم کی خواہش نہیں - لیکن ان متواتر فتوحات نے میری نیت ڈانواڈول کر دی اور جب سے یہ سنا ہے کہ آپ شمالی افریقہ کی مہم پر روانہ ہونے والے ہیں اسوقت سے میرا قصد اور بھی متزلزل ہو رہا ہے - کیا وہ مذہب جسکی اشاعت میں ہزارہا بندگان خدا کی جانیں ضائع ہوں، میدان کارزار گرم ہوں اور نیک و بد انسانوں کے خون نہیں سچا مذہب کہلایا جا سکتا ہے -

عبداللہ بن سعد - تم کو شاید یہ نہیں معلوم کہ ہمارے واسطے ہماری مقدس کتاب فیصلہ کر چکی ہے - کہ مذہب میں زبردستی نہ کرو - ہم ہرگز کسی کو بالجبر مسلمان بنانا نہیں چاہتے اور نہ تلوار کے زور سے ہم نے مذہب اسلام کی اشاعت کی - ہم جہاں گئے اور جاتے ہیں - اسلام کی دعوت دیتے ہیں - جس نے قبول کیا وہ ہمارا بھائی ہے - جس نے انکار کیا وہ جزیہ دیکر ہماری حمایت میں بھائی سے کم نہیں - میں دیکھ رہا ہوں کہ شمالی افریقہ کا چپہ چپہ اور کونہ کونہ شرک اور کفر میں اٹا ہوا ہے - ظلمت کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں - اور خدائی واحد کا نام بھول کر بھی کوئی نہیں لیتا - صدیاں اسیطرح گزر گئیں اور گزر رہی ہیں - ہم ہرگز ہرگز تلوار اسوقت تک میان سے باہر نہ نکالیں گے جب تک انکو اسلام کی دعوت دیکر معاملہ طے نہ کریں - یہ ان کا کام ہے کہ وہ اپنے ملک کو خونریزی سے بچائیں - اگر ہم کوشش میں ناکام اور اسلام کو دین برحق نہ ثابت کر سکیں تو وہ جزیہ دیکر لڑائی ختم کر دیں - ان حالات میں خونریزی کا بار ان کے ذمہ ہوگا نہ کہ ہمارے -

اسوقت تک ہماری جسقدر فتوحات ہوئیں وہ سب آنکھوں کے سامنے ہیں اور ہر شخص نے دیکھ لیا کہ اسلام کہیں اور کسی جگہ تلوار کے زور سے نہیں پھیلا - بھلا تم بھی بچوں کی سی باتیں کرتے ہو - خلیفہ اوّل یاد دوم کیا تلوار کے زور سے اسلام قبول کرنے والے لوگ تھے جو عرب سے پیدا ہونے والے وہ جری جنکی تلواروں سے خون ٹپکتا تھا - کسطرح اسلام کے

آگے سر جھکاتے ۔ یہ صرف مذہب برحق کی صداقت تھی ۔ میں تم کو مجبور نہیں کرتا کہ تم اسلام قبول کرو ۔ لیکن بندۂ خدا اسلام کو بدنام تو نہ کرو ،

کیا رسولِ اکرمؐ کی مبارک زندگی میں ایک واقعہ بھی ایسا گزرا ہے کہ کسی نے بالجبر اسلام قبول کیا ہو ۔ خلیفہ اول و دوم کے زریں عہد ابھی کل کی بات ہے اور ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں ۔ لیکن ہے کوئی ایسا نڈر جو کہدے کہ ایک متنفس بھی خوف سے ایمان لایا ہو ، کیا وہ تمام ممالک جو فتح ہوئے وہ سب گاؤں قریہ اور شہر جہاں آج اسلام کا ڈنکا بج رہا ہے مسلمان ہیں ۔ نہیں نہیں ۔ ہرگز نہیں ! ہر مذہب کے لوگ موجود ہیں اور آزادی سے اپنے فرائض مذہبی ادا کر رہے ہیں ۔ کیا دمشق کی جامع اُمیہ میرے دعوے کا ثبوت نہیں ۔ اگر ایمان سے کام لو اور صداقت کو ہاتھ سے نہ دو تو جامع اُمیہ کے مینار اور اسکے برابر گرجا کے کلس بآوازِ بلند بتا رہے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے ساتھ وہ نیک سلوک کیا ہوا اس سے پہلے کسی اور مذہب نے غیر مذہب کے ساتھ کیا اور نہ اُمید ہے کہ آئندہ کوئی کرے ۔ سرورِ عالمؐ کا دور ، صدیقؓ و فاروقؓ کے عہد ایسی ایسی زریں یادگاریں ۔ ایسے ایسے بےمثل کارنامے چھوڑ گئے ہیں کہ آنے والی دنیا ششدر دنگ رہ جائیگی ۔ مقدمات میں معاملات میں ۔ سچائی کے جو فیصلے مبارک ہستیاں صادر کر گئیں ، صداقت آجتک ان پر قربان ہوتی ہے اور قربان ہوگی ۔ وہ ہم ہی ہیں کہ ہم نے ایمان کے مقابلہ میں اپنے بھائی بندوں ، عزیز رشتہ داروں ، کلیجے کے ٹکڑوں اور آنکھوں کے تاروں کی پرواہ نہ کی ۔ غیروں کے مقابلہ میں ان کے تعلق پر خاک ڈالدی اور انصاف ہاتھ سے نہ دیا ۔ ایک نہیں ہزار مثالیں اور بے شمار واقعات ہیں ۔ کس کس کو گنواؤں ۔ میں بھی جانتا ہوں اور تم بھی ۔ ایسا بھی اگر اسلام کو بدنام کرو تو تم جانو ، اور تمہارا ایمان ۔ شمالی افریقہ کا حملہ حاشا کلا اس غرض سے نہیں ہے کہ ہم وہاں خواہ مخواہ خونریزی کریں ۔ اور لوٹ مار مچائیں سب سے پہلے اسلام کی دعوت دینگے اور اتمامِ حجت کے بعد جو کچھ ہوگا وہ ہوگا ۔ تم سیاح آدمی ہو اور غالباً طرابلس گئے ہو ۔ تم کو معلوم ہے کہ کیسی قیامت بپا ہو رہی ہے ۔ کارتھیسٹ ان کا

خدا ہے اور اسکی جھوٹی پیشین گوئیاں فرمانِ الٰہی سے کم نہیں - ہماری تلوار اسکی خدائی کا فیصلہ کریگی اور طرابلس والوں کو معلوم ہو جائیگا کہ کارتھیسیٹ جسکو وہ خدا سمجھ رہے ہیں ایک گنہ گار بندہ اور جھوٹا مدعی ہے -

(۹)

مقدس پاپا - یہ وہی بے ایمان ہے جو دغا بازوں کے پھندے میں پھنسکر اپنا ایمان کھو بیٹھا اور اور مسلمان ہو گیا - ہرچند اسکو سمجھایا - ڈرایا دھمکایا مگر اب تک ان ہی لیڈروں کا کلمہ پڑھ رہا ہے - اب اسکے واسطے جو حکم ہو تعمیل کی جائے - قتل اسکی کافی سزا نہیں ہوسکتی - ضرورت ہے کہ زندہ رہے اور ایسی اذیتیں بھگتے کہ موت کا مزہ اسکو روز آئے - ہر وقت آئے ہر لمحہ آئے -

کارتھیسیٹ - کیوں رے بیوقوف دیوانے ہماری قدرت کے کرشمے تو نے دیکھ لئے اب تیری موت اور زیست میرے اختیار میں اور گو مجھے معلوم ہے کہ کیا ہو گا - لیکن ہمارا کام گنہگار انسانوں پر رحمت بھیجنے کا ہے -

متفقہ آواز ، . . . . حق حق حق

اس لئے تجھکو سمجھاتے ہیں کہ اپنی حرکت سے باز آ - غلطی پر نادم ہو - اور توبہ کر -

مسلمان - میں تیرے ڈھکوسلوں سے - تجھ سے تیرے اکمال سے تیری خدائی سے تیری پیشین گوئیوں سے اچھی طرح واقف ہوں - تو جھوٹا - تیرے معتقد جھوٹے - تو بیوقوف - تیرا گروہ بیوقوف - میں خوش نصیب تھا کہ تیرے پھندے سے نکل کر راہِ راست پر آیا - اور اس خدائے برتر کے حضور میں سر جھکایا جو حقیقی مالک اور سچا بادشاہ ہے -

خاموش - گستاخ - نابکار - بدمعاش - ابھی زبان کاٹ دی جائیگی - یہ ایک متفقہ آواز تھی جو چاروں طرف سے گونجکر مسلمان کے کان میں پہنچی - اور اُس نے جواب دیا -

زبان کا کٹنا - جان کا نکلنا - موت کا آنا - یہ ہر اذیت صداقت میں راحت ہے میں

اس راستہ پر کھڑا ہوں جو صراطِ مستقیم کہلاتی ہے - اور ہزاروں کوس دُور ہوں - اس گمراہی اور ضلالت سے جسمیں ایک مبتلا رہ کر تو حقیقت کو نہ پہچان سکا -

گریگوری - تو بدنصیب ہے کہ حقیقت کو دھوکا اور مکر کو اصلیت سمجھ رہا ہے - لیکن عنقریب تیری آنکھیں تجھ کو بتا دینگی کہ واقعیت کیا تھی -

مسلمان - آنکھیں بتا چکیں جو کچھ بتانا تھا - اور دل نے دکھا دیا جو کچھ دکھانا تھا - ایک عرصہ تک تم دغابازوں کے جھوٹے عقیدہ کا معتقد رہکر مشرک رہا - اب اصلیت کا پتہ لگ گیا اور دل وہ لطف لے رہا ہے جسکی برابری دنیا کی کوئی نعمت نہیں کر سکتی میں تم سب کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور توحید کی طرف بلاکر کہتا ہوں کہ یہ تمھارے تمام جھگڑے فانی ہیں - یہ پیشین گوئیاں محض ڈھکوسلے مستقبل کا علم کسی کو ہوا نہ ہوگا - کارتھیسٹ مکار ہے - اور تم گمراہ کہ اسکو خدائی کا شریک سمجھ رہے ہو زندگی کی ماہیت سمجھو اور موت کے معنی پر غور کرو - اس خدائے واحد پر جسکی خدائی میں کوئی دوسرا شریک نہیں ایمان لاؤ اس پاک رسولؐ پر جس نے توحید کا ڈنکا دور دور بجادیا -

مسلمان قید تھا - اس کے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے تھے ایک مسلح سپاہی کی حراست میں یہ تمام گفتگو کر رہا تھا کہ سپہ سالار نے اس زور سے مُکّا اسکے گلے پر مارا کہ منہ سے خون بہنے لگا - اور کہا :-

کہدیا کہ زیادہ گستاخی نہ کر - مگر ہماری خاموشی تیری اور ہمت بڑھا رہی ہے سمجھتا ہے کہ ہم دھوکے میں آگئے - ہم اس جسم کی تکا بوٹی کر دیں گے - یہ ہمارا رحم ہے کہ ہم صبر سے کام لے رہے ہیں - اور تجھ کو آخری مرتبہ سمجھاتے ہیں - کہ آئندہ ہمارے سامنے یہ نام نہ لیجیو

مسلمان - اس نام پر میں - میری جان - میرا مال سب قربان - اس نام میں روحانیت ہے اس نام میں لطف ہے - اس نام میں دولت ہے - نعمت ہے راحت ہے - [illegible] غور کرو واقعات سے ناواقف ہو - اگر تحقیق کی آنکھوں سے دیکھو ، اور تلاش کے کانوں سے سنو گے

تو معلوم ہو جائیگا کہ اس نام میں صداقت ہے - اور خاکِ عرب سے وہ شخص پیدا ہوا جو یکتا تھا اور بے مثل رہیگا -

کارتھیسٹ - تیرا جو کچھ انجام ہوگا وہ ہمکو معلوم ہے - مگر ہم کچھ مہلت دیتے ہیں کہ غور کر -

مسلمان - انجام تو جو کچھ ہوگا وہ تمکو کیا مجکو بھی معلوم ہے اور مجھ کو کیا ہر شخص کو معلوم ہے اگر اسی کا نام عالم الغیب ہے اور تمھاری خدائی کا یہی ثبوت ہے تو میں بھی خدا اور تم بھی خدا - اور ہر شخص خدا - مگر نعوذ باللہ خدا اپنی جگہ ہے - میں ان بیوقوفوں کی طرح نہیں ہوں کہ تم پر ایمان لے آؤں - حکم دیجئے میرے قتل کا اور پیشین گوئی کیجئے میری زندگی کی تاکہ میں بھی آپ کے خدا ہونے کا ثبوت دیکھوں - ورنہ کہہ جنکا کہ ایسے ایسے ڈھکوسلے بہت سے دیکھے - عمر بھر دیکھے ان میں کچھ نہیں -

کارتھیسٹ - کیا تو نے عمر بھر نہیں دیکھا کہ جو کچھ ہم نے کہا وہی ہوا - اور ہم خدائی میں برابر کے شریک ہیں -

(بیشک - بیشک - سچ - سچ - خدا - خدا - کارتھیسٹ خدا)

اس متفقہ آواز پر مسلمان نے ایک قہقہہ لگایا - اور اس قہقہے کے ساتھ ہی چاروں طرف سے اسکے اوپر مار پڑنے لگی - اسکے منہ سے خون بہ رہا تھا - اور جسم کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو زخمی نہ ہو - اس نے کارتھیسٹ کی طرف دیکھا اور کہا -

تم خدا ہو اور اپنے بندوں کو رزق پہنچانا تمھارا کام - لیکن تم کو معلوم ہے کہ آج چوتھا وقت ہے کہ اناج کا ایک دانہ اور پانی کا ایک قطرہ میرے حلق میں نہیں پہونچا میرے پاؤں لہولہان - میرا جسم زخمی - میرے ہاتھ پھوڑا - تمھارے معتقدوں نے مارنے میں کوئی تکلیف دینے میں کسر نہیں کی - اور میری آنکھوں کے سامنے میری بڑھیا ماں کو تین شبانہ روز بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کر دیا - میری ان آنکھوں نے جو تمھاری خدائی کا تماشا دیکھ رہی ہیں دیکھا

خون کے آنسو گرائے اور سنگدلوں سے التجا کی کہ اِس بدنصیب ہستی کو جو صرف اس لیئے ذبح ہوتی ہے کہ مجھ جیسا لڑکا اسکے پیٹ سے پیدا ہوا۔ چند قطرے پانی کے پلا کر قتل کرو۔ لیکن اے زحمتی خدا تیرے بندوں نے اس مظلوم عورت کو جو بیگناہ تھی ترسا کر اور بچھڑ کا کر ذبح کر دیا اور کارتھیسٹ میرے دل کو چیر اور دیکھ میرے خون کا ہر قطرہ اس خدائی واحد کا شکر ادا کر رہا ہے۔ جسکی راہ میں اور جسکے نام پر میری ماں قربان ہوئی۔ اے شیطان صورت انسان ایک ماں کیا ہزار مائیں ہوتیں تو یہ دل خالق الموجودات پر قربان کرتا۔ اور ناز کرتا۔

ماں کا قتل اور اپنے زخم سر آنکھوں پر۔ یہ بھوک اور پیاس میرے آقا کی میراث ہے اے کارتھیسٹ جسپر میں ایمان لایا ہوں اسکی تمام عمر ان ہی فاقوں میں بسر ہوئی۔ وہ انسان کامل تھا جس نے فاقوں میں وہ کام کیئے کہ آج لاکھوں دلوں پر اسکا مقدس نام راج کر رہا ہے۔

کارتھیسٹ جھپا اسکو تین روز کی تھہتا ور دو،

(۱۰)

صبح کا نکلا ہوا آفتاب نصف منزل طے کرنے کے بعد منزل مقصود کی طرف ڈھلنا شروع ہو چکا تھا۔ قیامت خیز گرمی نے ہر جاندار کی جان پر بنا دی تھی۔ شجر حجر۔ گھاس پھوس۔ کائنات کی ہر شے آگ میں جھلس رہی تھی۔ خانقاہ کی دیواروں سے ہوا کے تپے ہوئے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ زمین آگ اگل رہی تھی آسمان انگارے برسا رہا تھا۔ اور کارتھیسٹی خانقاہ میں جہاں ہر طرف سناٹا طاری اور عالم سنسان تھا۔ ایک مرد اور ایک عورت درخت کے نیچے خاموش کھڑے تھے۔ پرند صحرائی ان کے سر پر بیٹھا بے ثباتی دنیا کے نعرے لگا رہا تھا۔ دفعتہً عورت نے اپنی نیچی نگاہیں بلند کیں اور کہا۔

موت سر پر آ پہنچی۔ یہ بھی خداوند کا ایک کرم تھا کہ اسوقت جان بخشی کر دی۔ ورنہ شعلے بھڑک بھڑک کر میرے نگلنے کو تڑپ رہے تھے۔ خداوند کے صادق ہونے کا

یقین میرا ایمان ہے۔ شب و روز معجزے اور کرامتیں دیکھ رہی ہوں۔ اور یہ بھی جانتی ہوں
کہ مجھ سے زیادہ خوش نصیب انسان کون ہوگا جسکو یہ خدمت سپرد ہوئی۔ مقدس پاپا کی خدمت
میری سعادت ہے۔ مگر ضرورت تھی کہ آسمانی خدا نے جب مجھکو یہ کام عطا کیا تھا تو انسانی
دل میرے پہلو سے نکال دیتا۔ پاپا کیا کروں سب سمجھتی ہوں اور جانتی ہوں مگر دل . . . .

برلفیر۔ میں ابتک اس معمہ کو نہ سمجھ سکا۔ کوئی شک نہیں کا رتھیسٹ خدا کا شریک ہے۔ اس
نے ہم کو ہر آنے والی مصیبت سے پہلے اطلاع دیدی۔ اور ہم کو ہر قسم کی تکلیف سے محفوظ رکھا
لیکن یہ انسانی . . . . سمجھ میں نہیں آتا . . . کیا کیا جائے۔

سفیریہ۔ میں جسکو جنت سمجھتی تھی وہ میرے لیئے دوزخ ہوگیا۔ یہ خانقاہ وہ تھی کہ یہاں
ہیوشکیر میں ہر قسم کی خلش سے پاک ہوجاتی۔ زندگی کے تمام جھگڑے ختم ہوجاتے۔ اور میں
اپنی مرضی کے موافق خداوند کی عبادت شب و روز کرتی۔ مگر اب ہر لمحہ مجھکو ایک سال ہے اور
ارادہ یہ ہے کہ کسیطرح یہاں سے . . . .

برلفیر۔ نہیں ایسا ہرگز نہ سمجھ۔ خداوند کا رتھیسٹ سے نکلکر کہاں جاسکتی ہے۔ جب خداوند کا
حکم یہی ہے کہ تو انسانی حور بنکر مقدس راہب کی خدمت کرے تو تجھکو کیا عذر ہو سکتا ہے
مگر میری سمجھ میں . . . .

سفیریہ۔ میں تو ابھی کہہ چکی کہ جس خداوند نے مجھ سے یہ خدمت لی تھی وہ میرا دل بھی انسانی
نہ رکھتا۔ مگر ہاں پاپا مجھ سے تو سخت غلطی ہوئی بڑا قصور ہوا۔

برلفیر۔ کیوں کیوں۔ کیا ہوا!؟

سفیریہ۔ کیا کہوں سخت قصور ہوا! اے پاپا میں تو کہیں کی نہ رہی۔

برلفیر۔ آخر بتاؤ تو سہی۔ مجھے بھی تو معلوم ہو کہ کیا بات ہے۔

سفیریہ۔ مقدس راہب نے یہ حکم دیا تھا کہ اگر کسی سے تذکرہ کیا تو جلا کر خاک سیاہ کردونگا۔ مجھکو
مطلق خیال نہ رہا۔ اور میں نے آپ سے کہدیا۔ اب کیا ہوگا؟

برلیفر ۔ یہ اور بھی تعجب کی بات ہے ۔

سفیریہ ۔ تعجب ہو یا افسوس مگر میرا تو خاتمہ ہو گیا ۔

برلیفر ۔ عقل کام نہیں کرتی کہ کیا کروں اور کیا کہوں ۔

سفیریہ ۔ میں کچھ بدظن سی ہوتی جا رہی ہوں ۔

برلیفر ۔ توبہ کر ۔ توبہ ۔ ایک ادنیٰ سی لغزش اور بھول" فرمانی پر تو یہ کیفیت ہو گئی کہ دوزخ کے شعلے تیرے نگلنے کو خانقاہ سے نکلے یہ بھی خداوند کا کرم تھا کہ تو بچ گئی ۔ ورنہ خاک سیاہ ہو جاتی ۔

سفیریہ ۔ ہاں یہ تو درست مگر خداوند کی یہ باتیں کیسی ؟

برلیفر ۔ ممکن ہے تجھ کو بھی ہوتی و حین کا مرتبہ ملے ۔ آخر یہ تو ہوتی آئی ہے ۔

سفیریہ ۔ پھر اب کیا کروں ڈر رہی ہوں کہ میں نے اس راز سے آپ کو آگاہ کر دیا ۔ ؟

برلیفر ۔ تو کہدے سمجھو کہ یہ بھی غلطی ہوئی ۔ مقدس کارتھیسٹ معاف کر دیگا ۔

سفیریہ ۔ مجھے امید نہیں ۔ خداوندی جلال اسی وقت مجھے خاک کر دیتا ۔ میری گریہ زاری سب بے سود تھی مگر . . . .

برلیفر ۔ مگر کیا ؟

سفیریہ ۔ جب خداوند کو معلوم ہے کہ میں ذکر کروں گی تو پھر منع کیوں کیا ؟

برلیفر ۔ تو شرکوں کی باتیں دل میں نہ آنے دے اور خداوند کے حکم پر راضی رہ ۔

(۱۱)

جیلخانہ جیل خانہ کی اذیت ۔ قید ۔ قید کی مصیبت ۔ ان میں سے کوئی کیفیت ۔ کوئی حالت ایسی نہیں کہ میرا دل اکتائے ۔ اور خدا کے راستہ سے ہٹا کر مکار کارتھیسٹ کا معتقد بنائے ۔ مجھے تعجب ہے اے ذی ہوش انسانو کہ تم صاحب عقل ہو کر ایک جھوٹے آدمی کے فرضی دعوے کو سچا سمجھ رہے ہو ۔ تم کو کارتھیسٹ میں خدا کی کیا شان نظر آئی ۔ وہ گرد و پیش کے حالات اِدھر اُدھر کے معاملات کو دیکھ کر ایک رائے قائم کرتا ہے ۔ جسکا سچا اور جھوٹا ہو جانا

دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ تم عقل کے اندھوں محض اتنی سی بات پر اسکو خدا کا شریک سمجھ کر اسکی پرستش کر رہے ہو۔ میں اپنے علم کے زور سے پیشین گوئی کرتا ہوں کہ مجھکو کارتھیسٹ اور گرنگوری دونوں کے ہاتھوں سخت اذیتیں پہنچنے والی ہیں۔ کیا پیشین گوئی سچی نکلی تو مجھ پر ایمان لے آؤگے۔ کارتھیسٹ کی خدائی اس سے زیادہ نہیں جس نے تمھاری آنکھوں پر پردے ڈالدیے ہیں۔ اور گمراہ کر دیا۔ خدا اپنی جگہ ہے اسکی قدرت و طاقت میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

ابھی یہ فقرہ پوری طرح ختم نہ ہوا تھا کہ خانقاہ میں کے ایک پکے معتقد نے اس زور سے کمند قیدی کے ہاتھ پر ماری کہ چکرا کر گر پڑا۔ ہوش آیا تو اس نے بآواز بلند کہا یہی میری پیشین گوئی تھی۔ کیا اب تم لوگ (نعوذ باللہ) مجھ کو خدا یقین کرتے ہو۔ کارتھیسٹ میرے سامنے آکر اپنی خدائی کا ایک کرشمہ دکھادے میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس پر ایمان لے آؤنگا اگر نہ دکھا سکا تو تم سب کا فرض ہوگا کہ اُس سچے رسولؐ پر ایمان لاؤ جو خدا کا برحق نبی ہو کر یہ کہتا ہوا دنیا سے رخصت ہوا کہ میں تم ہی جیسا ایک بشر ہوں۔ جس کی صداقت اسکی تعلیم سے۔ اور جسکی نبوت اسکی زندگی سے ظاہر ہے۔

چار مسلح آدمی اس مسلمان کو حراست میں لیئے خانقاہ میں کھڑے تھے اور گوڈ ڑانے دھمکانے مارنے ستانے میں بہال کیا اور دہاں کیا۔ دن میں کیا اور رات میں کیا کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے۔ مگر قیدی زور شور سے پکار رہا تھا۔ چاروں طرف سے مار پڑ رہی تھی جسم سے خون کے فوارے جاری تھے لیکن وہ اس حالت میں خوش تھا اور تیوری پر بل تک نہ لاتا تھا۔ اس نے بالآخر بآواز بلند کہا:۔

"کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو پانی کے چند قطرے مجھ کو لاکر پلادے"

سنگدل سپاہیوں نے اسکی درخواست نفرت سے جھٹرک اور حقارت سے ٹھکرادی کہ ایک مہ جبین عورت تھوڑا پانی لے کر آئی اور کہا:۔

یہ ہمارا دشمن سہی۔ لیکن جب ہمارے پاس قید ہے تو پانی کو ترسانا خلاف انسانیت ہے۔ قیدی نے پانی پیا اور کہا :۔

مجھے اُمید نہ تھی کہ کارتھلیسٹی گروہ میں بھی انسان ہوتے ہیں۔

ایک سپاہی ۔ دیکھا سسٹر سفیریہ۔ احسان فراموش کے ساتھ سلوک کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے

دوسرا سپاہی ۔ محسن کش انسان۔ ہماری گود میں بیٹھ اور ہماری داڑھی کھسوٹ۔ ہم نے تجھ پر رحم کیا۔ پانی پلوادیا۔ تو نے بجائے شکریہ کے یہ جواب دیا۔

قیدی ۔ میں اس لانے والی خاتون کا کیا اس وقت تک ممنون رہوں گا جب تک میرے جسم میں جان ہے۔ لیکن اس احسان کا تم سے کیا واسطہ ؟

سفیریہ ۔ تم اپنے عقائد سے باز کیوں نہیں آتے۔ خداوند کارتھلیسٹ پر ایمان لاؤ۔ اور اپنی عقل پر توجہ کرو، اور اس اذیت سے رہائی پاؤ۔

قیدی ۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ گمراہ ہوں تو مجھ کو توبہ کرنے میں کیا تامل ہے۔ لیکن اچھی طرح جانتا ہوں کہ صداقت اس خانقاہ میں نہیں۔ اس خاک میں ہے جس نے ایک عالم کو جگمگا دیا۔

سفیریہ ۔ کیا خداوند کارتھلیسٹ کی پیشین گوئیاں اور قدرت کی شرکت کے کھلے ہوئے ثبوت تمہاری رائے میں درست نہیں۔ اور اسلام میں اس سے زیادہ عین الیقین قدرتیں ہیں ۔ ؟

قیدی ۔ اسلام میں کوئی پیشینگوئی نہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو یہ تھا کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں اور جسطرح تم خدا کے عاجز بندے ہو اسی طرح میں بھی ہوں۔ یہ اسی مقدس کتاب کا فیصلہ ہے جو خدا کی طرف سے رسول برحق پر نازل ہوئی۔ اگر انسان غور کرے تو اسلام کا یہی ایک فیصلہ اسلام کی صداقت کا ثبوت ہے کہ جس طاقت کے آگے روئے زمین کی زبردست گردنیں جھک گئیں وہ یہ کہے کہ میں تو صرف خدا کا پیامبر ہوں۔

سفیریہ ۔ اس کے سوا اور اسلام کی ایسی کیا خوبیاں ہیں جنھوں نے تم کو گرویدہ کر لیا۔ اور صداقت سے منحرف کیا۔

قیدی ۔ میں نے تم سے ابھی کہا کہ رسول اکرمؐ کی زندگی کا ہر قصہ بجائے خود ایک معجزہ ہے ۔ حالانکہ اسلام میں کوئی بات مافوق الفطرۃ نہیں ۔

سفیر ۔ اگر تم ابھی خداوند کارتھیسٹ کا یہ معجزہ دیکھو کہ زمین سے اژدہا نکل کر تمہارے برابر آگرے اور اسکے شعلے بھڑکنے شروع ہوجائیں تو کیا تم ایمان لے آؤگے ۔

قیدی ۔ میں اوّل تو کارتھیسٹ کو اتنا بڑا جادوگر سمجھتا نہیں ۔ اور اگر کچھ بھی ہوں تو اسکو فرعون سے زیادہ نہ سمجھونگا ۔ جس نے حضرت موسیٰ کو بہت سے شعبدے دکھلائے ۔

سفیر ۔ یہ تو کھلی ہوئی طرفداری اور علانیہ زیادتی ہے ۔ یا تو آپ خود کچھ دکھائیے ورنہ دیکھیے اگر سچے ہو تو وہ کرو جو ہم نہیں کرسکتے ۔ ورنہ اسیر ایمان لاؤ جو ہم کردیں اور تم نہیں کرسکتے ۔

قیدی ۔ میں تو کسی بات کا مدعی نہیں ہاں معتقد ہوں اس سچے انسان کا جسکی پاک زندگی صداقت سے لبریز ہے ۔ اگر کارتھیسٹ جو خدائی کا دعویدار ہے مجھ سے کہے کہ میں یہ طاقت رکھتا ہوں اور دکھا سکتا ہوں کچھ دکھانے کے واسطے تیار ہے تو میں خوشی سے دیکھونگا اور ایمان لے آؤنگا ۔ مگر جب وہ عالم الغیب ہے تو اسکو معلوم ہے کہ میرا ایمان لاؤنگا یا قتل ہونگا ۔ بحث بیسود اور تجربہ بیکار ۔

نا اتفاقاً کمرۂ خاص سے ایک سفید ردا سر پر اوڑھے مقدس کارتھیسٹ جسکے سر اور داڑھی کے بال ۔ پلکیں اور مونچھیں ردا سے کم سفید نہ تھیں باہر نکلا ۔ اسکی صورت دیکھتے ہی قیدی کے سوا سب سجدہ میں گر پڑے ۔ کارتھیسٹ نے مسکرا کر کہا اچھا تو جو کچھ دیکھنا چاہتا ہے ہم دکھانے کو موجود ہیں ۔ ہم کو معلوم ہے کہ تو ایمان نہ لائیگا ۔ یہ بھی ہماری اٹل پیشین گوئی ہے جو غلط نہیں ہوسکتی ۔

قیدی نے ایک قہقہہ مارا اور کہا سبحان اللہ کتنی اچھی پیشین گوئی ہے ۔ ظاہر ہے کہ میرے دل میں صداقت کا دریا موجیں لے رہا ہے ۔ اور کفر کی چنگاریاں اسکے سامنے نہیں ٹھہر سکتیں ۔

کارتھلیسٹ - اچھا اسکو اندر لے آؤ،

معتقد گروہ اندر داخل ہوا اور قیدی اسطرح کھڑا کیا گیا کہ کھڑے ہوتے ہی اسکی پشت سے آگ کا ایک شعلہ دیوار میں سے بھڑکا - اور کارتھلیسٹ نے کہا - بچ بچ گمراہ انسان - بچ خدا کے غضب سے - ہمارے خوف سے -

قیدی - ان شعلوں کا بھڑکنا اگر خدائی کا دعوی ہے تو تو سچا اور تیری خدائی سچی - میرے ہاتھ پاؤں کھولدے اور اجازت دے کہ ابھی ابھی تیرے سامنے تو جس دیوار سے کہے شعلہ بھڑکا دوں - اگر واقعی یہ تیرا غیظ و غضب ہے تو فوراً ایک شعلہ اس سامنے والی دیوار میں سے بھڑک جائے کہ میں تجھ پر ایمان لے آؤں -

شعلے متواتر بھڑکے مگر متفرق مقامات سے - قیدی نے ہنس ہنسکر دیکھے - اور کہا یہ خدائی کا نہایت معقول ثبوت ہے -

کارتھلیسٹ دانت پیس رہا تھا اور جب اس نے دیکھا کہ ایک خفیف سی مسکراہٹ سفیرہ کے ہونٹوں پر بھی آئی تو اسکا غصہ اور تیز ہوا - اس نے بآواز بلند کہا - ٹھہر میں تجھکو ابھی فی النار کیے دیتا ہوں -

(۱۲)

آج تجھے مبارکباد دینے کے لیئے مریم اور مسیح دونوں اس خانقاہ میں آنے والے ہیں - اسی لیئے میں نے تجھے حکم دیا کہ تو دلہنوں کی طرح آراستہ و پیراستہ حاضر رہ اور عبادت میں مصروف ہوجا - یہ تمام خوشبو جس سے اسوقت کمرہ مہک رہا ہے خداوند کے آنے کی ہے اس جلوے کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی - تو فوراً آنکھیں بند کرکے ہولی درجن کے روبرو سر جھکا دیکھو - میں نے درخواست کی ہے اور مبارک ہو کہ وہ منظور بھی ہوگئی - خداوند اپنا ہاتھ تیرے سر پر رکھے گا -

سفیرہ - مجھے تعمیل ارشاد میں کیا عذر ہوسکتا ہے جو مقدس پاپا نے فرمایا - میں نے تعمیل

کردی اور جو حکم ہو گا تعمیل کرونگی۔ کارتھلیسٹ: بدنصیب تو آج بھی رک رک کر گفتگو کر رہی ہو کیا شیطان اب بھی

سفیریہ۔ مقدس پاپا آپ دلوں کے حال جانتے ہیں۔ میں آئندہ کے واقعات سے باخبر نہیں۔ میں کیا عرض کروں۔ . . . . . .

کارتھلیسٹ۔ تیری گفتگو سے کفر کی بو آرہی ہے۔ دیکھ دیکھ خداوند کا نزول ہو رہا ہے

کرہ روشنی سے جگمگا اٹھا اور بجائے آنکھیں بند کرنے کے سفیریہ نے دیکھا کہ خود کارتھلیسٹ نے آگے بڑھ کر سفیریہ کے سر پر ہاتھ رکھدیا۔

کارتھلیسٹ۔ تجھ کو حکم دیا تھا کہ فوراً سجدے میں گر پڑیو۔ مگر تو دیدہ دلیر خداوند کے حضور میں گستاخی سے باز نہ آئی۔ کیا شیطان درغلا رہا ہے۔

سفیریہ۔ نہیں نہیں مقدس باپ آپ تو عالم الغیب ہیں۔ میری آنکھیں مسیح جلوے سے خود بخود ہی بند ہو گئیں۔

کارتھلیسٹ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تو اپنے اس بے مثل حسن پر نازاں ہے۔ مگر یاد رکھ یہ سرخ و سپید رخسار۔ یہ رسیلی آنکھیں۔ یہ موہنی صورت کسی کام نہیں آسکتی۔

سفیریہ۔ حق حق۔ مقدس راہب حق۔

کارتھلیسٹ۔ میرے جسم میں آج کچھ درد سا معلوم ہوتا ہے۔ تو آدھی رات کے وقت جب میں مسیح کے جلوے سے فارغ ہو جاؤں کمرۂ خاص میں آکر میرے پاؤں دبا دیجیو۔ تجھے کچھ عذر تو نہیں ہے۔

سفیریہ۔ بھلا مقدس باپ میں کیا عرض کر سکتی ہوں۔ آپ کو خود علم ہے کہ میں تعمیل کرونگی یا یا نہیں۔ اور تعمیل نہ کرنے کی وجہ کیا۔ مقدس باپ کا حکم اور انکار توبہ توبہ۔

کارتھلیسٹ۔ سنبھل سنبھل سنبھل خداوند کا جلوہ . . . . ایک دوسری روشنی جگمگائی جسکے ساتھ ہی کارتھلیسٹ سجدہ میں گر پڑا۔ اور پڑھتا رہا۔ یا بڑبڑاتا رہا۔ اسوقت اٹھا جب روشنی ختم ہو چکی تھی۔

کارٹھلیسٹ - میری رائے ہے کہ تو تباہ و برباد ہوگی - ؟
سفیریہ - کیا یہ پیشین گوئی ہے -
کارٹھلیسٹ - بیشک تو تباہ ہوگی -
سفیریہ - مگر میرے متعلق تو کچھ اور پیشین گوئی ہو چکی ہے -
کارٹھلیسٹ - اب ہماری دعا تیرے ستارے کو پلٹ دیگی -
سفیریہ - تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے - جو بد دعا سے محفوظ رہوں دہیں حاضر ہو کر پاؤں دباؤں
کارٹھلیسٹ - نہیں کچھ ضرورت نہیں - پہلے تیرا باپ پھر تو دونوں برباد ہونگے -

(۱۳)

میں اس آدھی رات کے سنسان وقت میں اپنی جان پر کھیل کر صرف اس لیے یہاں پہنچی ہوں کہ تجھ کو اس مصیبت سے رہائی دلوادوں - دروازہ کھلا ہوا ہے اور پہرے والے بے خبر سوتے ہیں جدھر تیرا منھ اٹھے چلا جا -

قیدی - میں تیری اس عنایت کا جو مثیل ہے اس کرم کا جو لاجواب ہے کسی طرح شکریہ ادا نہیں کر سکتا تو نے اس جان جوکھوں میں پڑ کر مجھ کو یہ بتا دیا کہ انسانیت کا وجود طرابلس میں موجود ہے تو افریقہ کے واسطے مایۂ ناز ہے طرابلس تیری ہستی پر بجا فخر کر سکتا ہے - میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ میں ایسی محسنہ کو ادھر میں چھوڑ کر اپنی جان بچاؤں اور چلا جاؤں -

سفیریہ - یہ وقت زیادہ گفتگو کا نہیں - یہ وقت غنیمت ہے فوراً کھڑے ہو اور چلو میں نے جو کچھ کیا اگر وہ تمھاری رائے میں احسان ہے تو میں شکریہ کی متوقع نہیں میری خواہش صرف یہ ہے کہ اس کوشش میں تم کامیاب ہو اور ان سنگدلوں سے چھٹکارا پاؤ -

قیدی - کیا تم نے بھی ان کمینوں کی اصلیت کو پہچان لیا جو محض دھوکے کی ٹٹی میں خدائی کر رہے ہیں -

سفیریہ - میں یہ تو نہیں کہہ سکتی - مگر ہاں تمھاری گفتگو میں مجھے اس روز صداقت کی

جھلک معلوم ہوتی تھی . . . . خیر اب تم یہاں سے جلدی بھاگو۔
قیدی ۔ میں تعمیل کرونگا مگر اسوقت میرا چلا جانا مصلحت کے خلاف ہے۔ مجھے احتمال ہے کہ یہ مصیبت تمھارے سر نہ آئے ۔ اس لیئے یہ انسانیت نہ ہوگی کہ میں خود بچوں اور تمکو پھنساؤں۔
سفیریہ ۔ پھر کیا کرنا چاہیئے ۔ تم میرا مطلق خیال نہ کرو۔
قیدی ۔ یہ ممکن ہے میں بھاگوں نہیں ۔ یہیں روپوش ہوجاؤں اور اگر یہ راز افشا ہوا اور اصل بات کھل گئی تو حاضر ہوجاؤں گا ۔ لیکن تم مجھ سے اپنی داستان تو بیان کرو کہ یہ کیا صورت ہے ۔ تم تو آجکل خانقاہ میں داخل ہو ۔ اور کارتھیلیٹ کی خاص سہیلیوں میں ۔
سفیریہ ۔ میں کہہ رہی ہوں کہ یہ وقت گفتگو کا نہیں ہے ۔ کیا تمھاری یہ خواہش ہے کہ تم اور میں دونوں ایک مصیبت میں گرفتار ہوں ۔
اب قیدی باہر آیا ۔ اور کہا آپ کا یہ سلوک اس قابل ہے کہ اگر عمر بھر میری کھال کی جوتیاں آپکے کام آئیں تو میں آپ کے احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتا ۔ افسوس ہمارے ہاں غیر اللہ کو سجدہ حرام ہے اس لیئے میں زبان سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں دعا ہے کہ خدا آپ کو نیک توفیق دے اور خوش رکھے ۔
سفیریہ قیدی کے ساتھ تھوڑی دُور چلی اور بالآخر دونوں ایک کھلے ہوئے میدان میں پہنچے ۔ رات اندھیری تھی اور آسمان کے چمکدار تاروں ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں اور درخت کے بیدار پتوں کے سوا کوئی آنکھ دیکھنے والی نہ تھی کہ قیدی نے کہا ۔
تم کو میری حالت پر رحم آیا تم نے مجھے پانی پلایا ۔ قید سے چھڑایا ۔ اور میرے ساتھ وہ سلوک کیا کہ سچے مسلمانوں کے واقعات زندہ کردیئے ۔
سفیریہ ۔ میں نے تمھارے استقلال میں کچھ دیکھا ۔ تمھاری گفتگو میں کچھ پایا اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ سنگدل ظالم ایسی تمھارے ساتھ زیادتی کررہے ہیں ۔
قیدی ۔ خدا تم کو جزائے خیر دے اور راہ راست پر لائے ۔ یہ سب سب لکار ہیں جو موت کو بھول کر

چار دن کی زندگی پر پھول گئے ۔ بھلا ایسے ایسے شعبدوں میں ہم کو پھنسانا چاہتے ہیں کہ دیوار سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں ۔ اور مشین گولیاں درست نکل رہی ہیں ۔ اگر کارتھیسٹ خدا ہے جسکے حکم سے میں قید کیا گیا ہوں تو اُسکو معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ میں فرار ہو جاؤنگا ۔ اب میں یہاں ٹھہر کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ خداوند میرے نکل جانے پر کیا فرماتے ہیں ۔ تم تھوڑی سی کیفیت اپنی بیان کر سکتی ہو ۔

سفیریہ ۔ میری کیفیت اگر زندگی باقی ہے تو پھر کسی وقت سُن لینا اب مجھکو خانقاہ میں واپس جانا چاہیئے

قیدی ۔ مگر اجازت دو کہ میں تم کو وہاں تک پہنچا دوں ؟

سفیریہ ۔ اچھا تمھاری خوشی ۔

قیدی اور سفیریہ دونوں چلے ۔ خانقاہ کے قریب پہنچکر کچھ دیر ٹھٹکے اور دروازے میں سفیریہ یہ کہتی ہوئی داخل ہوئی ۔

"زندہ رہیں گے تو پھر ملیں گے"

(۱۴)

بریفریہ ! "نا ہنجار لڑکی سامنے کھڑی ہے ۔ تم مر جاتے اس سے پہلے کہ دنیا تم کو ایسی نامُراد لڑکی کا باپ دیکھتی ۔ اس نے ہماری نافرمانی کی ہم کو بدنام کیا ۔ یہ اس قابل ہے کہ اسکے ساتھ ہی تم بھی غضب خداوندی سے تاراج و برباد کر دیے جاؤ ۔ یہ مرتد ہے ۔ بے ایمان ہے ۔ یہ ہماری نہیں شیطان کی اُمت ہے اسپر اسکا جادو چل گیا ۔ بھٹک گئی ۔ گمراہ ہو گئی ۔ یہ صرف اس لیئے زندہ ہے کہ ہم تجھکو دکھا دیں کہ کسطرح ہمارا غصہ اسکو نیست و نابود کر دیگا ۔ اس نے تجھکو تیرے خاندان کو ۔ تیری عزت کو ہر چیز کو بدنام اور برباد کیا ۔ اور اب بھی اپنے قصور پر نادم نہیں ۔ تم اس سے پوچھو کہ کیا سزا اپنے واسطے تجویز کرتی ہے ۔ کس قسم کی موت پسند کرتی ہے ۔

بریفر ۔ مقدس باپ یہ بچہ ہے شیطان کے بہکانے میں آگئی ۔ خداوندا آپ کا کام رحم و کرم ، ہمارا کام گناہ و لغزش اسکا قصور معاف کیجئے ۔ یہ آئندہ ایسا نہ کریگی ۔

کارتھیسٹ ۔ مگر یہ خود مطلق نادم نہیں معلوم ہوتی ۔ اس سے دریافت کرو ؟

برافیر۔ بول گنہ گار لڑکی آئندہ کے واسطے توبہ کر۔ خداوند قصور معاف کرتے ہیں۔
سفیریہ۔ میں واقعی گنہ گار ہوں اور معافی کی خواستگار۔ اگر خداوند اپنے کرم سے معاف فرمائیں تو بہت بڑا احسان ہے۔
کارتھیسٹ۔ آئندہ کے واسطے توبہ کرتی ہے کہ ایسی خطا پھر نہ ہوگی۔
سفیریہ۔ لیکن۔
کارتھیسٹ۔ لیکن ...... لیکن .... تباہ کردونگا .. .. تاراج کردونگا۔ گستاخ۔ ناہنجار۔ نالائق۔ نافرمان۔
برافیر۔ غضب غضب۔ گستاخ ناہنجار لڑکی۔ خاموش خداوند کے سامنے لیکن۔ بک۔ بک۔ بکتی کیوں نہیں۔ میں بھی تو سنوں غضب خداوندی سے پہلے میں خود تجھ کو قتل کردونگا۔ مار ڈالونگا۔ بدبخت صفحۂ دنیا سے ناپید کردونگا۔ خداوند کی مجرم۔
سفیریہ۔ خداوند ہی کے حکم سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ مجھ پر کیا الزام ہے۔ قتل بھی خداوند کے ایما سے ہوگا۔ اور خداوند کے علم میں ہے۔
گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ گرگیوری کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ اور ساتھ ہی ایک سپاہی ہانپتا کانپتا آیا اور کہا۔
خداوند۔ وہ مسلمان قیدی جسکی ابتک جاں بخشی کر رکھی تھی آج رات کو قید سے بھاگ گیا۔ صبح سے اسوقت تک تمام شہر میں دیکھ ڈالا۔ کونہ کونہ اور چپہ چپہ چھان مارا لیکن اسکا پتہ نہیں چلتا۔
کارتھیسٹ۔ ہم کو اسکے بھاگنے کا علم تھا اسی واسطے ہم نے کہدیا تھا کہ بہت ہوشیار رہنا۔
گرگیوری۔ غضب ہوا ایسا سخت دشمن نکل گیا۔
سفیریہ۔ لیکن خداوند نے تو پیشین گوئی کر دی تھی۔ تم لوگ خدا کے خاص بندے ہو۔ اور آئندہ سے اچھی طرح پہرا اور انتظام نہ کرسکے۔
گرگیوری۔ یہ اسکی گفتگو کس قسم کی ہے۔

بریفیر۔ یہ بھی اُس قیدی کی طرح مُرتد ہوگئی۔
گریگوری۔ نہیں نہیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ نہ فرمایئے۔
کارتھیسٹ۔ اچھا اس قیدی کی جگہ اسے بھی لیجاکر بند کر دو اور ہم اسکو کتّے کی موت مارینگے
سفیرہ۔ مگر میرے واسطے تو کچھ اور پیشین گوئی ہوئی تھی۔
بریفیر۔ چپ۔ چپ۔ خاموش بے ادب۔

(۱۵)

سرزمین مصر جس نے فرعون جیسے بے سامان کی خدائی دیکھی۔ شب و روز توحید کے نعرے لگا رہی ہے نماز عشاء کے بعد عبداللہ ابن سعد نے مسلمانوں کی جماعت سے اسطرح خطاب کیا۔

وہ پاک ذات جو خدا کا پیغام لیکر ہم تک آئی۔ اور گنہ گار مخلوق۔ بھولے بھٹکے انسان اور گمراہ لوگوں کو راہِ راست پر ڈالکر شب تار میں صداقت کی روشنی دکھا دی۔ آج ہم میں موجود نہیں اس سچے اور کامل انسان کے دونوں مقدس جانشین جنکی مبارک ہستیاں اندھے لوگوں اور تاریک گھروں کو جگمگا گئیں۔ باری باری ہم سے جدا ہوگئیں۔ لیکن یاد رکھو اسلام رسولِ خدا کی ملکیت نہ شیخین کی۔ نہ عثمان غنیؓ کا ہے۔ اور نہ میرا۔ یہ اس خدائے وحدہٗ لاشریک کا ہے جس نے ایک تن واحد سے اس درجہ کو پہنچا دیا کہ آج ملک کا ہر ذرہ اُسکا حلقہ بگوش ہے۔ وہی اسکا ترقی دینے والا تھا۔ اور وہی اسکی حفاظت کریگا۔ تم سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ان مسلمانوں کی روحیں جو اپنی زندگیاں خدا کے نام پر قربان کر گئے آج جنت الفردوس میں آرام اور ہمارے اعمال کو دیکھ رہی ہیں۔ موت ہم سب کو آج نہیں کل۔ کل نہیں پرسوں ایک روز آنی ہے۔ اور مر کر دوبارہ دنیا میں آنا نہیں لیکن خوشا نصیب اس موت کے جو ابدی زندگی ہو۔ وہ پاک نفوس جو خدا اور اس کے رسول پر فدا ہو گئے دنیا کے نزدیک مُردہ ہوں مگر حقیقتاً زندہ ہیں اور یہ وہ زندگی ہے کہ خدا ہر مسلمان کو نصیب کرے۔

میرے بھائیو! تم شمالی افریقہ کا حال سُن چکے۔ جہاں ایک متنفس خدائے واحد کے روبرو سر جھکانے والا نہیں۔ کیا تمھارا کام نہیں ہے کہ دینِ مقدس کی روشن شمع کو ہاتھ میں لے کر

طرابلس کے تاریک جنگلوں اور سمندر کی گمراہ لہروں کو جگمگا دو۔ تمھارے بھائیوں نے جو کچھ دنیا کو دکھا دیا تم سے پوشیدہ نہیں۔ جہاں اس وقت آزادانہ خدا کی عبادت کر رہے ہو۔ جس جگہ اطمینان سے اذان دیتے ہو اور نماز پڑھتے ہو یہاں اور اس جگہ وہ پاک ہڈیاں قدم قدم پر دفن ہیں جو خود مٹ کر تمھارے واسطے راستہ صاف کر گئیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کے چراغ بجھا کر اسلام کی شمع روشن کی اور یہ ان ہی کا طفیل ہے کہ تم یہاں صدائے توحید بلند کر رہے ہو۔

میں تم کو مجبور نہیں کرتا دین کا سودا اور خدا کا راستہ ہے۔ اگر رسول اکرمؐ کی مقدس روح کو خوش کرنا اور خدا کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہو تو اٹھو اور طرابلس کو دکھا دو کہ مسلمان کس طرح دین برحق کی اشاعت میں قربان ہوتے ہیں۔ آنکھیں بند کر لو اور غور کرو کہ وہ پاک روح جس کے نام پر میں اور میرے باپ دادا سب قربان ہوں تمھارے تصدق کی منتظر ہے۔ جنت کی نہریں تمھارے سامنے لہریں لے رہی ہیں۔ جہاں راحت کی زندگی ہے۔ اور کچھ نہیں۔

عبداللہ ابن سعد کی تقریر ختم ہوتے ہی مسلمان جوش سے بیتاب ہو کر باواز بلند بولے ہماری جانیں اور مال قربان ہیں اس رسول ہاشمی پر جو ہم کو خدا کے برحق کا راستہ بتا گیا۔ ہمارے دل سینوں میں ہماری روحیں جسموں میں بیتاب ہیں۔ ہم خدا کے راستہ میں اپنی جانیں لڑائیں گے۔ اپنے مال لٹائیں گے۔ اور زندگیاں مٹائیں گے۔ مگر جب تک صدائے توحید طرابلس کے میدانوں، سمندر کے کناروں پر بلند نہ کر لیں گے اطمینان سے نہ بیٹھیں گے۔

عبداللہ نے اس جماعت کو دعائے فتح دی۔ اور کہا بیشک مسلمانوں کا یہی کام ہے۔ اور یاد رکھو کہ خدا کی مدد تمھارے ساتھ ہے۔

اس تقریر کا چرچا آناً فاناً چاروں طرف پھیل گیا اور چالیس ہزار مسلمان نصرٌ من اللہ وفتح قریب کے نعرے لگاتے ہوئے عبداللہ ابن سعد کے ساتھ شمالی افریقہ کی طرف روانہ ہوئے۔

(۱۶)

رات کے آخری حصہ میں جب نیند کا جادو ہر متنفس پر چل رہا تھا اور خلق خدا بے خبر پڑی

سوتی تھی۔ طرابلس کے شاہی قید خانہ میں سفیریہ۔ سلمان۔ اور دو محافظ لب سڑک کھڑے تھے اور ایک محافظ سفیریہ کا ہاتھ پکڑے کہہ رہا تھا۔

ستم ہوگیا تھا اگر میری آنکھ اتفاق سے نہ کھل جاتی تو نکل ہی گئی تھی۔ اب سیدھی طرح چلتی ہے تو چل ورنہ دونوں یہیں تڑپتے دکھائی دوگے۔

سلمان ۔ تم دونوں کے سر پر قضا کھیل رہی ہے۔ خیر اسی میں ہے کہ بیٹھے جاؤ ورنہ چشم زدن میں گردن تن سے علیحدہ کردونگا۔

محافظ ۔ اوہ تو یہ ہے نابکار مرتد عرصہ کے بعد ہاتھ آیا ہے اب کہاں جا سکتا ہے۔

اتنا کہتے ہی محافظ دوڑ کر سلمان سے چمٹ گیا۔ اور کوئی کھبرلی۔ مگر ابھی اپنی طرح سلطان نہ ہوا تھا کہ یہ کہہ کر الگ ہوا

"ہائے ظالم مار ڈالا"

دوسرا محافظ اس اندھیرے میں تلوار سونت کر آگے بڑھا سلمان نے پیترا کاٹ کر ایسا تلوار کا ایسا وار کیا کہ کمر تک اُتر گیا۔ اب اسکے سوا چارہ نہ تھا کہ محافظ شیر کی طرح دھاڑا اور اس کے رفقا کا پورا دستہ دروازے پر آیا۔ سلمان اور سفیریہ دونوں بھاگنے کا قصد کر رہے تھے لوگوں کی آمد سنکر ٹھٹکے۔ مگر اسوقت ایک پوری جماعت تعاقب میں تھی۔ گھیر ڈال لیا۔ سفیریہ نہتی تھی اور سلمان مسلح۔ مقابلہ دیر تک ہوا مگر دو آدمی اور وہ بھی نیم مسلح پوری جماعت کے سامنے کیا کر سکتے تھے۔ دونوں زخمی ہو کر گرے۔ اور گرفتار ہو کر حراست میں پہنچے۔ سفیریہ کے ایک زخم چونکہ کاری آیا تھا اس لیئے واردات کی خبر اسی وقت گریگوری کی خدمت میں پہنچادی گئی۔

صبح تک تو تمام شہر میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ بچہ بچہ کی زبان پر یہی واقعہ تھا اور بڑے سے چھوٹے تک ہر شخص متعجب تھا کہ کہاں سفیریہ اور کہاں سلمان قیدی۔ وہ جسکے طرابلس بس کے ادنیٰ اشارے پر فرمانروا اور خداوند دونوں قربان ہونے کو تیار تھے سب کو جھڑک دیا۔ ایک مرتد قیدی کی رفیق بنے۔ گر گوری دونوں کو لے کر خداوند کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور یہ وہ وقت

تھا کہ قریب قریب سارا شہر خانقاہ اور خانقاہ کے آس پاس کھچا کھچ بھرا ہوا تھا

معمہ ایسا پیچیدہ تھا کہ ہر شخص غور کر رہا تھا ۔ مگر کسی کی سمجھ میں بات نہ آتی تھی ۔ خداوند چونکہ عالم الغیب تھا ۔ اس لیئے گردن ہلا ہلا کر اپنی واقفیت کا اعلان کر رہا تھا ۔ ایبرلیفر آگے بڑھا خداوند کے قدموں کو بوسہ دیا اور عرض کیا ۔

یہ خطا بار ناہنجار لڑکی جس نے خاندان اور قوم ہی کی نہیں شہر اور ملک کی عزت پر پانی پھیر دیا اب زندہ رہنے کی حقدار نہیں ۔ خداوند کی اجازت ہو کہ میں اسکی گردن تن سے جدا کروں ۔

کارنفیسٹ ۔ تم اسکو نہیں مار سکتے اسکی موت ابھی نہیں ہے ۔ خاموش ہو جاؤ ۔

گریگوری ۔ اس مرتدہ کے واسطے تو حکم خداوند ہو کہ یہ بڑی مشکل سے ہاتھ آیا ہے ۔

کارنفیسٹ ۔ اس سے اسکی بدمعاش قوم کے حالات تو پوچھو کہ ان پر کیا گزری ۔ ایبا تو بڑی مصیبت آئی ۔ سلسلہ ولدیت رہ گیا ۔

اہاہا اوہو ہو ہو ۔ اہاہاہا اوہو ہو ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

داڑھیاں اچھل پڑیں ۔ خوشیوں کے نعرے لگے ۔ بغلیں بجیں ۔

بول بول رے مکار ۔ تمہارے خداوند کا مقابلہ ۔ ہم چاہیں تو دم بھر میں تمہارا بیڑہ غرق کر دیں ۔

کارنفیسٹ ۔ یہ لوگ عنقریب صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جائیں گے ۔

اوہو ہو ہو اہاہا ۔ بول بول رے بول کھل گئی قلعی اسلام کی ۔

ایبرلیفر ۔ خداوند اس ناشاد لڑکی کو کوئی سزا ملنی چاہیئے ۔ اس نے بہت بڑی جرأت کی ہے اس کی گستاخی معافی کے قابل نہیں ۔

گریگوری ۔ دونوں واجب القتل ہیں ۔ کیسے افسوس کا مقام اور حیرت کا وقت ہے یہ عقیدہ تمام ملک کے واسطے مایۂ ناز تھی ۔ جو اس قابل تھی کہ قوم پر حکومت کرتی اپنے اعمال کی بدولت [illegible] ذلیل و خوار کھڑی ہے ۔ خداوند مجھ کو اجازت دی جائے کہ میں تین روز

اسکو اپنے پاس رکھوں اور سمجھاؤں - ممکن ہے کہ راہ راست پر آجائے

کارتھلیسٹ - جو نتیجہ ہوگا ہمکو معلوم ہے اور ہم اس لیئے نہیں کہ اس نے ہم پر بہتان باندھا اور الزام لگایا بلکہ اس لیئے کہ یہ کافر ہو گئی اس کو سزا دینی چاہتے ہیں - دوزخ کے شعلے اس کے واسطے تیار ہیں - مگر ضرورت یہ ہے کہ دنیا کی سزا اسکو ہے تاکہ یہ دوسروں کے واسطے عبرت ہو ان دونوں پر بہت جلد آسمانی خدا کا ایک عذاب نازل ہونے والا ہے - سفیریہ تباہ ہو جائیگی میں تین روز سے روزے کے ہوئے ہوں اگر یہ اب بھی توبہ کرے تو بچ سکتی ہے -

سفیریہ - خداوند میں تو ادنی کنیز ہوں - اور ہر طرح تعمیل حکم کو تیار - لیکن . . . .

بریفر - اکمبخت وہی لیکن اور مگر -

کارتھلیسٹ - شیطان نے اسکو گمراہ کر دیا اچھا گریگوری تم اسکو اپنے ہمراہ لے جاؤ

(۱۷)

اس قیامت خیز گرمی میں کہ آسمان اور زمین دونوں آگ برسا رہے ہیں - ریگستان لیبیا میں جو دوزخ کو مات کر رہا ہے مسلمانوں کا لشکر گھوڑے اڑاتا چلا جا رہا ہے - ریت کے جیلتے پھیلتے تودے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں - مگر مستقل مزاج بہادروں کے قصد میں کسیطرح فرق نہیں آتا - پانی کا کوسوں پتہ نہیں - لیکن بھوکے پیاسے کلمۂ توحید پڑھتے خدا پر بھروسہ کیئے چلے جا رہے ہیں -

آفتاب نے مغرب ہونے کی تیاریاں کیں مگر وہاں کے جھونکے بدستور آگ میں ڈوبے رہے نماز مغرب کے واسطے لشکر نے قیام کیا اور خشوع اور خضوع سے گڑگڑا گڑگڑا کر فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں کہ میدان انکی صداؤں سے گونج اٹھا - رات سر پر آئی اور لیبیا نے خدا کے پیاروں کے قدم رات بھر سر آنکھوں پر رکھے - نماز فجر کے بعد کوچ ہوا - اور روانگی سے قبل عبداللہ بن سعد نے فوج سے کہا :-

میں دیکھ رہا ہوں کہ اس مہم میں ہر قدم پر تمھارے سامنے نت نئی مصیبت کا سامنا

ہے۔ ریگستان نے جان پر بنا دی۔ مگر یاد رکھو کہ ہر قدم جو اٹھ رہا ہے جنت کی طرف جا رہا ہے
دنیا تمھاری جانکاہی کی داد نہ دے۔ لیکن فرشتے تمھاری صداقت اور استقلال پر مرحبا کے
نعرے لگا رہے ہیں منزل مقصود دور نہیں قریب ہے آ پہنچے۔ اور کامیاب ہو گئے۔ اب
صرف ہمت کی دیر ہے۔ خدا تمھاری محنت دیکھ رہا ہے۔ تم اپنی ذاتی خواہشوں کو پورا کرنے
گھر سے نہیں نکلے۔ تم خدائے واحد کا نام روشن کرنے اور اسلام مقدس پر قربان ہونے گھر
سے باہر نکلے ہو۔ بسم اللہ کرو اور آگے بڑھو۔

(۱۸)

ابھی رات کا ابتدائی حصہ تھا اور خلقت اپنے کاروبار میں کچھ کچھ مصروف تھی کہ طرابلس
میں یہ اعلان ہوا۔

خداوندکار تھلیسٹ کے حکم سے یوسف بن رابرٹ جو دین مسیحی سے مرتد ہو کر
مسلمان ہوا ہے کل صبح شیر کے سامنے چھوڑا جائیگا۔

ادھر شہر میں یہ اعلان ہو رہا تھا ادھر گرگوری کے عالیشان محل میں بادشاہ ایک
طلائی کرسی پر بیٹھا تھا۔ سفیریہ اسکے سامنے کھڑی تھی۔ گرگوری نے کچھ سوچتے سوچتے
اپنی آنکھیں اونچی کیں اور کہا:۔

یہ حسن جسپر فرشتے قربان۔ یہ صورت جسپر حوریں نثار اس قابل نہیں کہ در در کی ٹھوکریں
کھائے۔ قید میں رہے اور مصیبتیں بھگتے۔ اس شکل کی قدر کر۔ طرابلس کی حکومت ہاتھ میں
لے اور اس دل کی آگ کو جو مدتوں سے بھڑک رہی ہے ٹھنڈا کر۔

سفیریہ۔ ایکدفعہ جو کہنا تھا وہ کہدیا اب اسکے بار بار دھرانے کی ضرورت نہیں۔ موت ایسی زندگی
سے جو تیرے قبضہ میں بسر ہو بہتر۔ اور قید ایسی راحت سے جو تیری بدولت میسر ہو اعلیٰ۔

گرگوری۔ میں نے تیرا تمام انتظام کر دیا ہے صبح تیرا وہ محبوب جسپر تو مٹی ہوئی ہے شیر کے
سامنے چھوڑا جائیگا۔ کیا اب بھی تو طرابلس کی حکومت پسند نہیں کرتی۔

سفیریہ ۔ اگر میری تقدیر میں تم جیسے مکاروں کے ہاتھوں موت ہے تو خیر مجھے اس سے بحث نہیں ۔ وہ میرا محبوب نہیں محسن ہے ۔ تو کیوں کسی پر طوفان اٹھاتا ہے
گریگوری ۔ طوفان اٹھانے والی تو ہے کہ خداوند پر الزام اٹھایا ۔ میں نے سچ کہا ہے
سفیریہ ۔ یوں ہی ہوگا ۔
گریگوری ۔ میرے سوال کا کیا جواب ہے ۔ ؟
سفیریہ کہہ دیا جو کچھ کہنا تھا زیادہ گفتگو فضول ہے ۔
گریگوری ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تو اپنی جان سے بیزار ہے ۔ اس سے خاطر جمع رکھ تجھ کو تمام اذیتیں بھگتنی اور مصیبتیں آنکھ سے دیکھنی ہیں ۔
سفیریہ ۔ کارتھیسٹ کو جو کچھ دکھانا تھا دکھا چکا اور تجھ کو جو کچھ دکھانا ہے وہ دکھائے ۔
گریگوری ۔ خداوند کا نام اس بے ادبی سے نہ لے تاراج ہو جائیگی ۔
سفیریہ ۔ جیسا وہ خدا ہے ویسا ہی تو بادشاہ ۔
گریگوری ۔ زبان روک اور خداوند سے ڈر ،
سفیریہ ۔ ڈرتی ہوں . . . . اُس سے جو واقعی خدا ہے ۔
گریگوری ۔ کیا اس قیدی مرتد یوسف کی صحبت میں تو بھی مسلمان ہو گئی ۔
سفیریہ ۔ مسلمان تو نہیں ہوئی مگر حق کی متلاشی ضرور ہوں ۔
گریگوری ۔ تو تو تثلیث سے مطمئن نہیں ۔
سفیریہ ۔ جہاں کارتھیسٹ جیسے خدا ہوں وہاں کسی معقول آدمی کا اطمینان نہیں ہو سکتا ۔
گریگوری ۔ تجھ کو سخت ذلت کے ساتھ خداوند کے حضور میں پیش کرونگا ۔ اب بھی سمجھاتا ہوں کہ میری درخواست قبول کر ۔
سفیریہ ۔ مگر تو تو مجھے راہ راست پر لانے کی غرض سے یہاں لایا تھا ۔ ؟
گریگوری ۔ یہی کوشش تو کر رہا ہوں ۔

سفیریہ - میرے ہی سامنے میرے منھ پر مجھ ہی سے یہ سفید جھوٹ - کیا مذہب اِسی کا نام اور حقانیت یہی ہے - اب بتا شیطان میرے ساتھ ہے یا تیرے -

گرگیوری - میں تجھ سے بحث کرنی نہیں چاہتا - تجھ کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کر رہا ہوں اور اسکا بہتر طریقہ یہی ہے کہ تو میری درخواست کو منظور کر اور طرابلس کی حکومت ہاتھ میں لے -

سفیریہ - مگر اپنے خداوند کو کیا منھ دکھائیگا -

گرگیوری - خداوند کے دلمیں ہرگز ایسی خواہش پیدا نہیں ہوسکتی یہ محض تیرا الزام ہے -

سفیریہ - ایسی جھوٹی عورت سے شادی کرکے تو ہی کیا نہال ہوگا -

گرگیوری - میں تیری خصلت کا نہیں تیری صورت کا شیدا ہوں -

سفیریہ - خصلت سے ڈر اور صورت پر لعنت بھیج - نہ معلوم تجھ کو کیا دن دکھائے -

گرگیوری - طبیعت سے مجبور ہوں -

سفیریہ - عقل سے کام لے -

گرگیوری - زائل ہوچکی -

سفیریہ - تو انکار کو اقرار سمجھ -

گرگیوری - اتنا ہوش موجود ہے -

سفیریہ - پھر عشق کہاں رہا -

گرگیوری - اگر یہ صحیح ہے کہ تو میری التجا پر توجہ نہ کریگی تو اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ یہ تیغ میرا کام تمام کردے - مجھ کو زندگی میں اگر ناکامیابی میسر ہوئی تو موت کے بعد یہ سر تیرے قدموں میں لوٹ پوٹ کر قربان ہوگا -

سفیریہ - مگر پہلے خداوند سے اجازت لے لے -

گرگیوری - اجازت کی ضرورت نہیں -

سفیریہ - چند روز کی مہلت دے -

گرگیگوری۔ خوشی سے۔

سفیرۃ۔ چھ مہینے اس عرصہ میں اچھی طرح غور کرسکوں گی اور اسکے بعد جواب دونگی

گرگیگوری۔ منظور ہے۔

سفیرۃ۔ مگر آزاد رہوں گی۔

گرگیگوری۔ اچھا۔

(۱۹)

لیبیا کا میدان طے کرنے کے بعد مسلمان بحیرۂ روم کے کنارے پر جا پہنچے۔ اور بسم اللہ کہکر ڈیرے ڈالدیے۔ کنارِ آب کی خوشگوار ہوا۔ آس پاس کے شاداب باغیچے راستے کی تھکان اٹھائے ہوئے بہادروں کی جان میں جان آگئی۔ تھکے ہارے رات بھر میٹھی نیند کے مزے لیتے رہے۔ نماز صبح کے وقت ہوشیار ہونے پر سب سے پہلے فریضۂ خداوندی ادا کیا اور اسکے بعد عبداللہ بن سعد نے حسین بن سعید کو قاصد منتخب کیا اور یہ پیام گرگیگوری کے پاس بھیجا۔

ہمارے اس ملک میں آنے کا مقصد بندگانِ خدا کی خونریزی اور پیداوار ملک کی بربادی نہیں۔ صرف مذہب اسلام کی اشاعت ہے۔ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ خدائے برحق کو چھوڑکر انسانی عبادت میں مصروف ہو اور خدا کے اختیارات اپنے ہی جیسے ایک انسان کے سپرد کر رکھے ہیں۔ اس لیئے ہم سب سے پہلے تم کو دعوت حق دیتے ہیں اور گمراہی سے بچاکر راہ راست پر لاتے ہیں کہ اس شرک و کفر کو چھوڑکر خدائے واحد کی عبادت کرو۔ اور اس رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ جو خاک عرب سے پیدا ہوکر ہم گمراہوں کو حقیقت کی طرف لایا۔ اگر تم کو اس سے انکار ہو تو جزیہ دو۔ اور ہماری حمایت میں آؤ۔ ہم اپنے خدا کے حکم سے جسکی اعانت ہمارے شامل حال ہے اور جسکا تجربہ دنیا اچھی طرح کرچکی ہر وقت تمھاری دستگیری کے واسطے موجود رہیں گے۔

(۲۰)

رات کے چار ہی بجے سے خندق پیامری کے چاروں طرف لوگ صف آرا ہونے شروع

ہوگئے - اور طلوع آفتاب سے قبل زمین آدمیوں سے پٹ گئی - مرد اور عورتیں - بوڑھے اور جوان بچے اور بڑے سب آموجود ہوئے - ادھر نقارہ بجا اور ادھر شیر کا پنجرہ خندق میں ڈالکر کھولا گیا - شیر تین روز سے بھوکا تھا - خندق میں پہنچتے ہی دو تین دفعہ اس زور سے دہاڑا کہ دیکھنے اور سننے والوں کے پتے دہل گئے - وسط میں دو طلائی کرسیاں برابر رکھی گئیں - ایک پر گرگوری اور دوسری پر خداوند کا رتھیسٹ جلوہ افروز ہوئے - خداوند کے آنے سے پہلے جس وقت تشریف آوری کا غلغلہ بلند ہوا تو خلقت صف بستہ کھڑی ہوگئی - اور صورت دیکھتے ہی سب نے اپنی گردنیں نیچی کرلیں - دونوں بیٹھ چکے تو خداوند کے حکم سے وزیر جنگ نے باواز بلند اعلان کیا کہ ہماری رعیت کا ایک فرد یوسف راہ راست سے بھٹک کر مرتد ہوگیا اور مسلمان قزاقوں کی صحبت نے اسکا ایمان سلب کرلیا - ہرچند کوشش کی گئی کہ وہ توبہ کرلے لیکن کسیطرح اپنے یقین سے باز نہیں آتا - اس لیئے بمنظوری خداوند کارتھیسٹ، شہنشاہ گرگوری کے حکم سے اس کو موت کی سزا دی جاتی ہے -

تمام رعیت کو اچھی طرح معلوم ہے کہ خداوند کارتھیسٹ کے حضور سے مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع مل چکی ہے اور گو خداوند نے فرمادیا ہے کہ یہ قزاق جنھوں نے دنیا سر پر اٹھا رکھی اس سرزمین پر تاراج ہونگے - لیکن ہم کو اپنی پوری تیاریاں ابھی سے کرلی جائیں -

اب ایک مسلح جماعت یوسف کو حراست میں لیکر پہنچی اور خود گرگوری نے اس سے کہا:-

خداوند کے ارشاد کے موافق یہ آخری موقعہ تجھے جان بخشی کا اور دیا جاتا ہے اگر اب بھی تو اپنی غلطی پر نادم ہوکر سیدھا راستہ اختیار کرلے اور اسلام کو چھوڑ کر خداوند کارتھیسٹ پر ایمان لائے تو سزائے موت موقوف کردی جائیگی -

یوسف - موت بے ایمانوں کے واسطے عذاب اور ایمانداروں کے لیئے راحت ہے - میں عنقریب منزل مقصود پر پہنچتا ہوں یہ وہ منزل ہے جو انسانی زندگی کا نصب العین ہو تمھاری ظاہری آنکھیں اسکو موت سمجھیں - لیکن درحقیقت زندگی اسی وقت سے شروع ہوگی - اور میں

وہ راحت حاصل کرونگا جو ہر شخص کو میسر ہو۔ اسلام مذہب حق ہے۔ اور میں اسی ایک پاک ذات کو مالک یقین کرتا ہوا مرتا ہوں جسکو کبھی فنا نہیں۔

خداوند کے حکم اور گریگوری کے ارشاد سے یوسف رسی سے باندھ کر خندق میں لٹکا یا گیا۔ بھوکے شیر نے ایک اور دھاڑ اس زور سے لگائی کہ تمام میدان گونج اٹھا ابھی ملزم سطح زمین پر نہیں پہنچا تھا اور شیر کی نظریں اپنے شکار پر تھیں کہ دفعتًا دو تیر زہر میں بجھے شیر کی آنکھوں میں لگے۔ اور وہ اندھا ہو کر چاروں طرف سر ٹپکنے لگا۔ یوسف کو نیچے ڈال کر رسی کاٹ دی گئی۔ چاروں طرف دیکھا۔ مگر تیر مارنے والے کا پتہ نہ چلتا تھا۔ شیر دو چار دہاڑیں مار کر وہیں ٹھنڈا ہو گیا۔ بڑے سے چھوٹے تک اور عورت سے مرد تک ہر شخص متعجب تھا مگر تیر کا معمہ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ ان دھاڑے کس نے تیر مارے۔ اور اسطرح کہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ خداوند نے ایک قہقہہ لگایا۔ جسکے یہ معنی تھے کہ ہم کو پہلے سے معلوم تھا۔ اب تجویز یہ ہوئی کہ یوسف خندق ہی میں چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ وہیں سر ٹپک ٹپک کر مر جائے۔ ایک محافظ مقرر کر دیا گیا اور لوگ متحیر و ششدر گھروں کو واپس گئے۔

(۲۱)

زرنگار کرسی پر بادشاہ گریگوری جلوہ افروز ہے۔ ادھر ادھر وزراء امراء خاموش بیٹھے ہیں۔ مسلمانوں کا قاصد حسین بن سعید ایک نیلا تہمد باندھے پرانے موزے چڑھائے تلوار ہاتھ میں لیئے اسطرح کہہ رہا ہے۔

کچھ شک نہیں ہم بت پرست اور ہمارے افعال و اعمال دنیا کی ہر قوم سے بدتر تھے جوا۔ شراب ہمارے ہر وقت کے مشغلے تھے۔ لیکن حبیب خدا کی رحمت ہم پر نازل ہوئی تو اس نے اپنے فضل و کرم سے ایک پیغمبر ہمارے پاس بھیجا۔ یہ وہ مقدس انسان تھا جو ہم کو اندھیرے سے نکالکر صراط مستقیم پر چھوڑ گیا۔ اور جو پیشانیاں بتوں اور انسانوں کے آگے جھکتی تھیں وہ صرف خدائے واحد کے روبرو جھکنے لگیں۔ ہمارے پیغمبر کی زندگی ہمارے واسطے نمونہ

تھی کہ کسطرح نجات ابدی حاصل کرنے والے لوگ دنیا میں رہتے ہیں۔ ہم تم سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ تم ہمارا دین بالجبر قبول کرو، ہم تم کو صرف خدائے واحد کی طرف بلاتے اور بتاتے ہیں کہ پرستش کے لائق صرف وہی ایک ذات ہے اگر تم کو سمجھیں تامل ہو تو تمھارا مذہب تم کو مبارک اور ہمارا ہمکو لیکن تم ہماری طاقت کو تسلیم کرو اور جزیہ دیکر ہماری حمایت میں آجاؤ۔ اگر دونوں باتیں منظور نہیں تو یاد رکھو ہم خدا کے رستہ میں موت کو زندگی سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔ جانیں قربان کرینگے اور کلمۂ توحید کی صدا اس سرزمین پر بلند کرینگے۔

گریگوری۔ میں تم لوگوں کو اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ تم نے جہاں جہاں ڈاکے ڈالے اور لوٹ مچا کر جو آفتیں برپا کیں مجھے وہ سب معلوم ہیں۔ لیکن مطمئن رہو کہ یہاں تمھاری موت تم کو لے کر آئی ہے۔ خداوند کا رتھیسٹ نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ لٹیرے ادھر کا رُخ کریں گے یاد رکھو یہ طرابلس ہے اور یہاں کا ہر متنفس تم کو کچا کھا نے والا ہے۔ تم کو اسوقت تک کسی جگہہ کافی سزا نہ ملی تھی کہ تمھارا غرور ڈھے جاتا۔ اب تمکو معلوم ہو جائیگا کہ تمھارا دین حق ہے یا ناحق تمھاری صورت سے ظاہر ہے کہ کھانا کپڑا کوئی چیز تمکو نصیب نہیں۔ غارتگری پر گزران ہے مگر تمھارا یہاں وہ سر کچلا جائیگا۔ کہ اگر اتفاق سے کوئی بچ بھی گیا تو عمر بھر یاد رکھے گا۔

قاصد۔ شجاعت اور ہمت کا فیصلہ تلوار کریگی اور تم کو اچھی طرح معلوم ہو جائیگا کہ لٹیرے کیا طاقت رکھتے ہیں۔ یہ صرف اتمام حجت تھی کہ خلق خدا کی خونریزی کا بار ہمارے ذمے نہ رہے

گریگوری۔ زبان روک اور گستاخانہ گفتگو نہ کر۔

قاصد۔ یہ اظہار واقعہ ہے۔

گریگوری۔ کیا تم لٹیروں کا کوئی سردار بھی ہے؟

قاصد۔ ہمارے ہاں ہر شخص سردار ہے اور ہم میں کوئی امتیاز نہیں سب برابر ہیں۔

گریگوری۔ پھر یہ پیام کسکی طرف سے لایا ہے۔؟

قاصد۔ عبداللہ بن سعد سپہ سالار فوج اسلامیہ کی طرف سے۔

گریگوری ۔ اس سے جاکر کہدو کہ موت تیرے سر پر کھیل رہی ہے ۔
قاصد ۔ میں جاتا ہوں مگر اتنا کہتا جاتا ہوں کہ خدا کے بندوں پر رحم کر اور اپنی غلطی کا خمیازہ دوسروں پر نہ ڈال ۔ ہم جسطرح ظاہر میں نرم ہیں اسیطرح باطن میں سخت ۔ میدان جنگ میں صرف موت ہمارے قدم پیچھے ہٹا سکتی ہے چالیس ہزار کا لشکر تیرے خون کا پیاسا دریا کے کنارے پر ڈیرے ڈالے پڑا ہے ۔
گریگوری ۔ مجھے تجھ سے زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں تو گستاخ ہے اور نہیں سمجھتا کہ اس تیرے لشکر کو چیونٹی کی طرح مسل دونگا ۔ تجھے معلوم ہے کہ ڈیڑھ لاکھ تلواریں تمھارے خون کی بھوکی میان سے باہر نکلی ہوئی ہیں ۔
قاصد ۔ ہم نے لاکھوں کی کبھی پروا نہیں کی ۔ ہم فتح کا انحصار کثرت پر نہیں سمجھتے ۔ خدا کی اعانت ہمارے ساتھ ہے تو ہم دکھادینگے کہ کسطرح قلت کثرت پر فتح پاتی ہے ۔ ہم نے دکھادیا اور ابھی وہ دیکھنے والے زندہ ہیں کہ کیونکر خدا ہماری مدد کرتا ہے ۔
گریگوری ۔ ہمارا خداوند بھی ہمارے ساتھ ہے اور ہمکو انجام کی خبریں پہلے ہی سے معلوم ہیں کیا تم نے خداوند کار تھیسٹ کے معجزے نہیں سنے ۔ تمھاری ہزیمت کی اطلاع ہمکو خداوند نے دیدی اب بھی تم اپنی غلطی پر نادم ہو جاؤ اور جادھر سے آئے ہو ٹھنڈے ٹھنڈے چلے جاؤ ۔
قاصد ۔ ہم سوا اس ایک ذات واحد کے کسی انسان کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ وہ عالم الغیب ہو ۔ آئندہ کا حال کوئی نہیں جان سکتا ۔ تم تمھاری پیشین گوئیاں ۔ تمھاری خدائی سب لغو ہے خدائی کا سزاوار وہی ہے جو سپید و سیہ کا مالک ہے ۔
گریگوری ۔ تو اپنا فرض ادا کر چکا ۔ جواب لے لیا ۔ اب رخصت ہو ۔
قاصد ۔ اچھا ۔

(۲۴)

سفیر ۔ یہ آخری موقع ہے اگر اب بھی شیطان تجھ کو گمراہی سے نہیں نکلنے دیتا تو تو جان

تو نے گستاخی کی۔ نافرمانی کی اور ہم کو بدنام کیا۔ لیکن تو نے دیکھ لیا کہ تیری اس کوشش کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اب بھی اگر تو میرے حکم کی تعمیل کرے اور میری خدمت میں حاضر رہے تو تیرا گناہ معاف ہو سکتا ہے۔

سفیریہ۔ میں خداوند کی مخالف بنکر کس طرح زندہ رہ سکتی ہوں خداوند میرے دین و ایمان آپ ہیں۔ آپ سے زیادہ کون ہو گا میں لونڈی ہوں مجھے حکم کی تعمیل میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ مگر

کارتھیسٹ۔ مگر کی بچی۔ وہی مگر مگر مگر۔ . . . .

سفیریہ۔ اور کیا عرض کروں۔

کارتھیسٹ۔ تجھ سے کہدیا کہ تو دنیا دی حور بنکر ہماری خدمت کے واسطے بھیجی گئی ہے۔

سفیریہ۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ آسمانی حوریں کیا خدمت کرتی ہیں؟

کارتھیسٹ۔ تجھ کو اس سے کوئی بحث نہیں تو یہ سمجھ لے کہ تو، تیرا مال۔ جمال، روپیہ پیسہ عزت آبرو سب ہماری نذر ہو گیا۔

سفیریہ۔ جب آسمانی حور ہوں تو پھر آسمانی خدمت کے واسطے موجود ہوں مگر۔ . . .

کارتھیسٹ۔ او بے ہودہ شریر ظالم وہی مگر۔ . . . مگر . . . . مگر۔ . . . صاف کہہ مگر سے تیرا کیا مطلب ہے۔؟

سفیریہ۔ میں کسی زمینی خدمت کے واسطے تیار نہیں ہوں۔

کارتھیسٹ۔ تجھے اس بحث کی کیا ضرورت ہے کہ آسمانی خدمت ہو اور زمینی خدمت تو جب ہماری نذر ہو چکی اور خداوند کی نذر چڑھ چکی تو ہمکو اختیار ہے جس خدمت پر چاہیں مقرر کر دیں۔

سفیریہ۔ خداوند میں جو کچھ کہہ رہی ہوں یہی درست ہے کہ میں ہر خدمت کے واسطے تیار ہوں۔ مگر . . . .

کارتھیسٹ۔ باوجود اسقدر نافرمانیوں کے تجھکو اتنک کوئی سزا نہیں ملی تو قید سے رہا کر دی گئی کہ شاید راہ راست پر آجائے۔ لیکن شیطان تیرے سر پر سوار ہے۔

سفیریہ۔ خداوند کس کے سر پر؟ میرے۔

کارتھیسٹ ۔ ہاں تیرے ۔

سیفیریہ ۔ اچھا خداوند مجھ کو مہلت دیجئے کہ میں اس معاملہ پر غور کروں ۔

کارتھیسٹ ۔ کیا کسی سے مشورہ کرنا ہے ۔

سیفیریہ ۔ نہیں خداوند ۔

کارتھیسٹ ۔ تو بدنصیب لڑکی ہے اور معاملہ کو سمجھ نہیں سکتی ۔ تجھے نہیں معلوم خداوند کی روح تیرے جسم میں موجود ہے ۔

سیفیریہ ۔ اسی سے ڈر رہی ہوں ۔

کارتھیسٹ ۔ بدنصیب ۔ بدنصیب ۔ بدنصیب ۔

سیفیریہ ۔ خداوند مہلت دیجئے ۔

کارتھیسٹ ۔ دیکھ یہ خدائی راز میں ۔

سیفیریہ ۔ خوب سمجھتی ہوں ۔

کارتھیسٹ ۔ اب اسکا ذکر کسی سے نہ ہو ۔

سیفیریہ ۔ کیا مجال ۔

کارتھیسٹ ۔ اور مہلت کتنی ۔

سیفیریہ ۔ ایک ہفتہ

کارتھیسٹ ۔ اچھا منظور ۔

(۲۳)

رات کا اندھیرا لمحہ بہ لمحہ زیادہ ہو رہا تھا ۔ اور خندق طرابلس بلا کی طرح منھ کھولے کھڑی تھی کہ محافظ نے گھبرا کر کہا کون ؟

اس آواز کا جواب کچھ نہ تھا ۔ مگر رہ رہ کر محافظ یہی سوال کرتا رہا ۔ ابھی وہ کچھ فیصلہ نہ کر چکا تھا کہ اس نے اپنے سامنے ایک شخص کو دیکھا جو دیکھتے ہی دیکھتے سر پر

آپہنچا۔ محافظ سنبھلا اور تلوار نکالکر جھپٹا۔ مگر وار خالی تھا۔ نووارد نے اپنے منھ سے کوئی بات نہ کہی۔ اور ایک ہاتھ تلوار کا اس زور سے سر پر مارا کہ محافظ کی گردن زمین پر جا کر پڑی۔ شب نصف کے قریب پہنچ چکی تھی اور چاروں طرف ہو کا میدان اور عالم سنسان کہ سوار نے خندق میں کمند ڈالی اور نیچے پہنچا۔ یوسف آواز ہی پر گھبرا گیا تھا۔ آدمی کی صورت دیکھ کر اور بھی ششدر ہوا اور پوچھا کون ہے؟

نووارد۔ سوال وجواب کی ضرورت نہیں کمند پر چڑھو اور باہر آؤ

یوسف۔ کیا میری محسنہ سفیریہ؟

سفیریہ۔ محسنہ نہیں ایک انسان۔

یوسف۔ کیا ان احسانات کے بعد بھی آدمی محسن نہیں ہو سکتا۔ تم نے میری جان بچائی ایکمرتبہ نہیں تین تین مرتبہ۔ اس خندق میں آنا اور اسطرح پہنچنا جان جوکھوں کا کام۔ جان پر کھیل کر مجھکو بچانا۔ وہ احسان ہے یا نہیں۔ جسکا معاوضہ کسیطرح میں نہیں کر سکتا۔

سفیریہ۔ میں معاوضہ کی طلبگار یا کسی بدلے کی خواستگار نہیں ہوں۔ نہ میں نے کسی توقع پر کچھ کیا ہے۔ اب زیادہ گفتگو کا وقت نہیں۔ چلو باہر چلو۔

یوسف۔ پہلے تم چلی جاؤ اسکے بعد میں آتا ہوں۔

سفیریہ۔ اچھا۔

پہلے سفیریہ۔ اس کے بعد یوسف دونوں خندق سے باہر نکلے۔

(۲۴)

یہ واقعہ ہے اور اگر تو اس سے انکار کرے تو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کر سکتا کہ یوسف کی صحبت نے تیرا عقیدہ فاسد کر دیا۔ اس کے خیالات کا اثر تجھ پر پڑا اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ تیری زبان سے ایسے لفظ ادا ہو رہے ہیں۔ خداوند کار تھیسٹ کی قدرت کے کھلے ہوئے ثبوت ہماری آنکھوں نے دیکھے۔ اس نے ایکدفعہ نہیں پچاس دفعہ وہ باتیں دونوں پہلے بیان

کردیں۔ جنکے ظہور کا سان و گمان بھی نہ تھا۔ اس نے خاندانوں کی مصیبت کو اسطرح ٹالدیا کہ گویا نازل ہی نہ ہوئی تھی۔ تو بے شرم اس پر اتنا بڑا اتہام اٹھاتی ہے اور اس کے غضب سے نہیں ڈرتی۔ یہ خداوند کی عنایت اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ وہ تجھ کو محبت کی نظر سے دیکھتا ہے۔

سفیریہ۔ میں جھوٹ نہیں بولتی اور جھوٹ بولنے کی کوئی وجہ بھی نہیں۔ یوسف کے خیالات کا مجھ پر اثر نہیں اور اس سے بھی انکار نہیں کہ ایک موقعہ پر جب وہ اسلام کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ یقیناً اسکی بات جیت اسکا عقیدہ اسکے خیالات نہایت معقول تھے اور ایک موقعہ بھی دوران گفتگو میں ایسا نہ آیا کہ میرے دل میں بدظنی پیدا ہوئی ہو۔ برخلاف اس کے کہنا ہے خداوند کا کفلیٹ کی ہر گفتگو ہر فعل اور ہر کوشش نفسانیت سے پر تھی۔ میرے عزیز باپ میں نے تجربہ سے جانا وہ جو کہہ رہی ہوں۔ کارفلیٹ کی ایک پیشین گوئی بھی درست نہیں۔ واقعات پر رائے جس طرح میں اور آپ دے سکتے ہیں وہ بھی بتادیتا ہے۔ ممکن ہے کہ میری رائے بھی صحیح نکلے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کا قیاس بھی درست ہو۔ ہوا ہوگا کہ اسکی رائے بھی مطابق نکلی۔ اسکو آپ پیشین گوئی خیال کریں یا خدائی۔ لیکن ذرا عقل پر زور دیکر خود ہی غور کریں کہ وہ جسکی عمر میرے دادا سے زیادہ ہو مجھ سے ایسی خواہش کرے جسکا اول و آخر نفسانیت کے سوا کچھ نہیں۔ میں اسکے بہت سے شعبدہ دیکھ چکی۔ اسکے معجزے اسکی کرامتیں جو آپ نے نہیں دیکھیں میں نے اچھی طرح دیکھ لیں اور وہ سوا ڈھکوسلوں کے کچھ نہ تھا۔

برلیفر۔ تیرا یہ خیال یہ عقیدہ یہ گفتگو تجھ کو تیرے عزیز و اقارب کو خاندان کو شہر کو نہ معلوم کس کس کو تاراج و برباد کرکے چھوڑینگے۔ اگر خداوند کی جگہ کوئی انسان ہوتا تو اتنک کبھی کی تباہ ہو چکی ہوتی۔ افسوس تیری عقل پر۔ تعجب تیرے دماغ پر کہ اس رحم پر بھی جو خداوند کی ذات سے تیرے اوپر ہو رہا ہے تو اتنک اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئی۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو ناہنجار یوسف پر فریفتہ ہو چکی اور یہ اسی فریفتگی کا نتیجہ ہے کہ خداوند سے منکر ہو کر اس قسم کی باتیں کر رہی ہے۔ لیکن تو نے اتنک یہ نہ سمجھا کہ کس باپ کی بیٹی ہے۔ میں وہ شخص ہوں کہ

خداوند کے نام پر تجھ جیسی ہزار لڑکیاں ہوں تو قربان کردوں۔ مجھ کو اگر ابتدا میں کافی نزاع حاجی تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ افسوس یہ ہے کہ تیری تقدیر کی موت ہی تھی۔ مگر آج یہ خنجر آبدار تیرے انحراف کی سزا دیگا۔ اور اُدھر تیرے ارمان اور خواہشیں پوری کریگا۔

سفیریہ۔ آپ جیسے شفیق باپ کے ہاتھوں قتل عین مسرت ہے۔ میں راہِ راست پر ہوں اور کچھ پہلی معاملہ سے آگاہ کردیا گیا۔ بدنصیبی سے میری گفتگو آپ کی رائے میں لغو ہے۔ اور میں واجب القتل ہوں تو یقین کیجئے کہ نہایت خوشی سے آپ کے ارشاد کی تعمیل کو تیار ہوں۔

برلیفر۔ بہتر ہے کہ تو اپنی گردن جھکا کہ میں اس سر کو خداوند کے حضور میں نذر چڑھا کر اپنے مقصد میں کامیاب ہوں۔

سفیریہ۔ بسر و چشم۔ لیکن ایک عرض اور ہے۔

برلیفر۔ وہ بھی کہہ۔

سفیریہ۔ اگر میں خداوند کے سامنے قتل کی جاتی تو زیادہ بہتر تھا۔

برلیفر۔ اسمیں کیا مصلحت ہے۔

سفیریہ۔ میں بھی آخر وقت خداوند کی زیارت کرلیتی۔

برلیفر۔ مجھے یہ تجویز منظور ہے چل کھڑی ہو۔ لیکن اسیطرح پابجولاں تاکہ رستہ سے بھاگ نہ جائے۔

رات کے گیارہ بجے ہونگے کہ برلیفر اور سفیریہ دونوں باپ بیٹی خداوند کا رتھیسٹ کے حضور میں پیش ہوئے۔ یہاں گرگوری بیٹھا تھا۔ اور مفید یوسف زخمی اس طرح سامنے کھڑا تھا کہ اس کے منھ اور گردن سے خون بہ رہا تھا۔ برلیفر اور سفیریہ کی صورت دیکھ کر گرنگوری نے کہا۔

برلیفر تجویز یہ ہے کہ مسلمانوں کے فنون سپہ گری سے اچھی طرح واقف ہوجانے کے لیئے اس مرتد سے ہم نبرد آزما ہوں۔ یہ عرصہ تک وہاں رہا ہے۔ اور رقاد سپہ کی مشہور مہم

میں اسکے کارنامے اتبک زبان زدِ خاص و عام ہیں ۔ اسکے واسطے خداوند کے حضور سے سزائے موت کا حکم صادر ہو چکا ۔ مگر یہ خوش قسمتی سے بچ گیا ۔ چونکہ خداوند کو معلوم تھا کہ یہ زندہ رہیگا اور خندق سے بچکر نکل جائیگا اس لیئے اسکی زندگی سے یہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ ہمارا مشہور شجاع رودیرٹ میدانِ جنگ میں اس سے نبرد آزما ہو ۔ جو ہمارے واسطے ایک نیک شگون ہوگا کہ ہم کا جو موسی کی طرح اس طرح جسطرح اس مرتد کی گردن رابرٹ اڑائیگا ۔ مسلمانوں کے سر میدانِ جنگ میں کاٹیں گے ۔

بریلفر ۔ یہ نہایت بہتر اور مناسب تجویز ہے اور مجھ کو اسکے حرف بحرف سے اتفاق ہے ۔ لیکن یہ راز اتبک نہ معلوم ہوا کہ شیر کے منہ سے اس ظالم کو بچانے والا اور یہ موقعہ پر تیر چھوڑنے والا کون تھا ۔ اس کے علاوہ خندق سے اس کا فرار اور محافظ کا قتل بھی راز ہے جسکا افشا ہونا ضروری ہے ۔

خداوند کارتھیسٹ نے ایک قہقہہ زور سے لگایا اور حاضرین نے گردنیں جھکا لیں ۔

گریگوری ۔ خداوندا اگر مناسب ہو اور اسکا علم ہمکو بھی ہو جائے تو بہت اچھا ہے ۔

کارتھیسٹ ۔ نہیں اسکے اخفا میں مصلحت ہے ۔

حاضرین ۔ درست بجا مناسب حضور خداوند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بریلفر ۔ میں اس غرض سے حاضر ہوا تھا کہ اس نابکار لڑکی کو اس کے اعمال کی سزا دوں اور گردن تن سے جُدا کر دوں ۔ لیکن اس کی خواہش تھی کہ خداوند کے سامنے قتل کی جائے ۔ اب جو حکم ہو تعمیل کر دوں ۔

خداوند ۔ خاموش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ''

گریگوری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ''

بریلفر ۔ خداوندا اجازت ہے کہ یہ خنجر اس نابکار کا کام تمام کر دے ۔

خداوند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ''

گرنگوری ۔ اجازت نہیں ہے بس خاموش ہو جاؤ ۔

(۴۵)

مسلمانوں کے قیام کی خبر اور حملہ کا قصد آناً فاناً تمام طرابلس اور گرد و نواح میں مشہور ہو گیا اور اسقدر جوش پھیلا کہ دور دور سے لوگ آ آ کر محض اس لیئے جمع ہونے شروع ہوئے کہ خداوند کارتھلیسٹ کے نام پر قربان ہو کر نجات ابدی حاصل کریں ۔ مسلمانوں کے قیام کو چوبیس گھنٹے بھی نہ گزرے تھے کہ ایک لاکھ کے قریب عیسائی جنکو باقاعدہ فوج سے کچھ تعلق نہ تھا صرف اپنی جانیں خداوند کارتھلیسٹ کی نذر کرنے حاضر ہو گئے ۔ گرنگوری اور کارتھلیسٹ دونوں اسلامی لشکر کی تعداد معلوم کر چکے تھے کہ زیادہ سے زیادہ چالیس ہزار ہے ۔ عیسائیوں کی یہ کثرت دیکھ کر باغ باغ ہو گئے ۔ ابھی اپنی مسلح فوج کی آراستگی کا وقت بھی نہ آیا تھا کہ دشمن سے دبگنے اور تگنے آدمی مقابلے کے لیئے موجود تھے ۔ خانقاہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی کہ یونانیوں کا ایک لشکر جو مسلمانوں کی جان کا دشمن تھا مقابلے کے واسطے آتا دکھائی دیا ۔ گرنگوری نے فوراً اپنے قاصد دریافت کے واسطے روانہ کیئے ۔ لیکن آدمیوں کی واپسی سے پہلے یونانی قاصد سامنے آیا اور عرض کیا

مسلمانوں کے ہاتھوں جو ایذائیں اور صدمات ہم کو پہنچے ہیں وہ ہمارا ہی دل جانتا ہے ۔ ہم مدت سے منتظر تھے کہ ان لٹیروں سے بدلہ لیں اور انکو دکھائیں کہ یونانی خون کیا رنگ لاتا ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ آج ہماری مدتوں کی آرزو پوری ہوئی ۔ اور گھر بیٹھے یہ آ گئے ۔ آپ خاموش رہیئے اور ہم کو اجازت دیجیئے کہ ہم ان قزاقوں کا قلع قمع کر دیں ۔

گرنگوری نے مسکرا کر خداوند کی طرف دیکھا ۔ اور اسکی خاموشی کو نیم رضا سمجھ کر قاصد سے کہا :۔

مسلمانوں کا سر کچلنے کے واسطے ہماری فوج کا کوئی دستہ نہیں رعیت کا ایک معمولی گروہ اچھی طرح کافی ہے خداوند کارتھلیسٹ کے نام پر قربان ہونے کو ایسے ایسے شجاع و جری موجود ہیں جو میدانِ جنگ میں دس دس کی ہڈیاں چبا ڈالیں گے ۔ انکے بڑھے ہوئے حوصلے

اسوقت روکنے والے نہیں ۔ اور ان کو اجازت نہ دینا ایک قسم کا ظلم ہے ان کے ارمان دل کے دل میں رہجائینگے ۔ لیکن تم لوگ ہمارے بھائی ہو ۔ اور تمھاری خاطر مدارات اس لیئے کہ اپنے وطن چھوڑ چھاڑ کر یہاں آئے ہو ہمارا فرض ہے یہ ہے کہ ہم آپ کو حملہ کی اجازت دیتے ہیں جسقدر جلد ممکن ہو عبید اللہ بن سعد کا سر خداوند کی خدمت میں حاضر کرو ،

یونانی قاصد اس اجازت پر دلی شکریہ بجالایا اور زمین بوس ہو کر رخصت ہوا ۔

فرینڈری یونانی سپہ سالار اجازت کا مژدہ سنتے ہی کھڑا ہو گیا ۔ اپنی فوج کو فی الفور مسلح ہونے کا حکم دیا اور جب آراستہ ہو گئی تو کہا ۔

ہزار ہزار شکر ہے اس خداوند کا جس نے کچھ عرصہ کے بعد ہماری آرزو پوری کی اور ہم کو یہ موقعہ دیا کہ ہم دشمنوں سے دوستوں کا بدلہ لیں ۔ تم کو معلوم ہے کہ یہ ظالم مسلمان کون ہیں ۔ یہ وہ ہیں جنھوں نے ہمارے عزیز تہ تیغ کیئے ۔ ہمارے گھر تاراج و برباد کیئے اور ہمارے وطن اجاڑ دیئے ۔ ہمارے وہ عزیز جنکی صورتوں کو اسوقت آنکھیں ترستی ہیں ان ہی ظالموں کی بدولت ہم سے ہمیشہ کو جدا ہو گئے ۔ اب ہمکو دکھانا ہے کہ جو قربانیاں ہم نے مختلف مقامات پر چڑھائیں وہ خالی تو لی نہیں کچھ معنی رکھتی تھیں اور وہ بیج جو ہم نے یونانیوں کے خون جگر سے سینچے بحیرۂ روم پر پھلے لانے والے تھے ۔ ضرورت یہ ہے کہ انکا ایک متنفس زندہ سلامت واپس نہ جانے پائے ۔ ایک متفقہ نعرے سے جسکا مفہوم "یقیناً" تھا میدان گونج اٹھا ۔ ابھی فوج نے کوچ نہ کیا تھا کہ گرگوری خداوند کا ریقلیٹ کو لیئے ہوئے آ پہنچا ۔ فرینڈری دونوں کی صورت دیکھتے ہی گھوڑے سے نیچے اتر پڑا ۔ اور اسکے اترتے ہی تمام سوار اترے فرینڈری سب سے پہلے کاریقلیٹ کے سامنے زمین بوس ہوا ۔ اور اس کے بعد گرگوری سے گفتگو کی ۔ خداوند نے برکت کا ہاتھ فرینڈری کے سر پر رکھا ۔ اور تمام فوج کا میابی کی دعا دیکر حکم دیا کہ تمام فوج میرے سامنے روانہ ہو جائے

(۲۶)

غروبِ آفتاب سے ایک ساعت قبل کنارہ دریا پر حسین سفیریہ خاموش کھڑی تھی پانی اسکی آنکھوں کے سامنے لہریں لے رہا تھا۔ اور آفتاب کی کمزور شعاعیں سنہری لباس میں غوطے کھا کھا کر پانی میں اُبھر رہی تہیں یہ دلچسپ منظر آنکھوں کے سامنے تہا۔ لیکن تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سفیریہ سامنے کے میدان میں نظر دوڑاتی تھی۔ اور پھر دریا کی سیر میں منہمک ہوجاتی تھی۔ ہوا نے ننھے ننھے قطروں کو گود میں لیکر اچھالنا شروع کیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پر ابر کے پوشیدہ ٹکڑے خداوند کا رتھیسٹ کی محبوبہ سے چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں۔ آہستہ سے منھ پونچھ کر سفیریہ پھر میدان کی طرف متوجہ ہوئی۔ دیر تک دیکھتی رہی۔ دُور تک نکل گئی اور پھر لوٹی۔ اب مریض آفتاب دم توڑ چکا تھا۔ چمکدار شعاعیں تڑپ تڑپکر لہروں میں فنا ہو چکی تہیں۔ جنگل کے خوش الحان پرند اپنی اپنی بولیاں بول کر خاموشی کے قریب ہوگئے تھے کہ سفیریہ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور کہا:-

"یوسف دوبارہ فراموش نہیں۔ نہ معلوم کیا گزری" اتنا کہہ کر وہ پھر خاموش ہوگئی اب رات کی تاریکی بڑھنی شروع ہوئی اور اس تاریکی کے ساتھ ہی جنگل کے خوفناک درندوں نے آسمان سر پر اٹھا یا۔ قریباً ایک گھنٹہ منتظر سفیریہ پر اسی طرح اور بسر ہوا۔ یہانتک کہ فلک نیلوفری کی گود تاروں سے بھر گئی۔ ہوا کے ٹھنڈے اور تازے جھونکے سائیں سائیں کر رہے تھے اور سفیریہ کا قلب مضطر اس عالم تنہائی و انتظار میں کسی پہلو چین نہ لیتا تھا۔ قصد کیا کہ واپس جاؤں چند قدم چلی تھی کہ پھر کچھ خیال آیا اور ایک درخت کے نیچے آکر کھڑی ہوگئی شاید دو لمحہ استغراق کی کیفیت طاری رہی اسکے بعد آگے بڑھی اور کہنے لگی۔

میں یہ نہیں کہتی کہ قصداً۔ میرا یہ خیال نہیں کہ اراداتاً یوسف نے مجھکو تکلیف دی اور دوبارہ پورا نہ کیا۔ وہ سچا ہے۔ صادق ہے۔ دیرجان کر اپنا جان بوجھ کر نہیں ہرگز نہیں مجبور ہو گیا۔ معذور ہوگا۔ ظالم جان گردش میں ہیا۔ ایک جان کیسے سخت نرغہ میں ہے

اسکی تمام ذمہ داری مجھ پر ہے ۔ میری وجہ سے صرف میری وجہ سے غریب کو یہ تمام مصیبتیں بھگتنی پڑیں گرگیوری ۔ کارتھیلیٹ ۔ یہ لقیر ۔ تینوں خون کے پیاسے ہیں اور بدگمان ۔ نہ معلوم کیا کیا خیال کرتے ہیں ۔ کیا انسانیت کا تقاضا یہی ہے کہ میں چلی جاؤں ۔ شیر ہوں یا چیتے ۔ سانپ ہوں یا اژدہے زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا نہ کہ مر جاؤں گی ۔ بلا سے ۔ صدقہ سے ۔ قربان اس کے خلوص کے انسانیت کے ۔ یہ موت زندگی ہوگی ۔ یہ اذیت راحت ہوگی ۔ وہ جس وقت چھوٹا ۔ جسوقت آسکا پہنچے گا ۔ پھنسا ۔ یقیناً پھنس گیا ۔ جاؤں دیکھوں مگر یہاں میں ادھر گئی اور وہ ادھر آیا تو کیسا پریشان کسقدر حیران ہوگا ۔ دریا سے کشتی کے کھینے کی آواز زور شور سے آئی ۔ اندھیرا سطح آب اور کنارۂ آب دونوں پر اچھی طرح چھایا ہوا تھا کہ روشنی نمودار ہوئی اور کشتی والوں نے دیکھا کہ چاند کا ایک ٹکڑا جنگل کو منور کر رہا ہے ۔ کشتی ٹھہری اور ایک شخص اتر کر پاس آیا اور کہا :۔

"کیا طرابلس کی حسینہ مہ جبین سفیریہ تو ہی ہے"

سفیریہ ۔ تمہیں اس سے کچھ کام ہے ۔

شخص ۔ معلوم کرنے کی ضرورت ہے ۔

سفیریہ ۔ تمھاری کوئی ضرورت اس سے متعلق ہے ۔

شخص ۔ اس کے حسن کی پرستش اسکی صورت کی زیارت ۔ مگر کچھ شک نہیں کہ وہ تو ہی ہے اور میں خوش نصیب ہوں کہ جسکے نام پر مٹا ہوا تھا جسکے خیال پر قربان تھا وہ گھر بیٹھے بلا مشقت ۔ بغیر محنت ہاتھ آگئی ۔

سفیریہ ۔ اگر میں سفیریہ ہی ہوں تو فرمایئے کیا حکم ہے ۔

شخص ۔ حکم نہیں التجا ہے ۔ اس کشتی میں تشریف لایئے اور اس آرزو کو جو عرصہ سے دل میں ایسی آگ کلیجہ برما رہی ہے پورا کیجئے ۔

سفیریہ ۔ ایسی خواہشیں اور آرزوئیں بہت سی دیکھیں اور سنیں ۔ ٹھنڈے ٹھنڈے گھر کا راستہ لو یہ کہہ کر سفیریہ الگ ہٹی اور آگے بڑھی ۔ مگر چند قدم چل کر دیکھا تو وہ شخص ساتھ

تھا کہا۔ اب مجھ کو ستانے سے کیا حاصل۔

شخص۔ عمر بھر کا سودا جس نے دماغ کو دنوں اور راتوں چکر میں رکھا کیا محض گفتگو سے نکل سکتا ہے۔ یہ دل ایسی صورت کی یاد میں تڑپ رہا ہے۔ رحم سے کام لو۔

اب سفیرہ کی تیوری پر بل آگیا۔ اس نے سختی سے کہا۔ اب یہ خنجر دیکھ لیجیے۔ اگر عشق کی پیاس اس سے بجھنے کی ضرورت ہے تو مجھے تامل نہیں۔

مخالف نے آگے بڑھ کر کولی بھر لی۔ اور خنجر ہاتھ سے چھین کر الگ پھینک دیا۔ مرد اور عورت کا مقابلہ ہی کیا تھا۔ مرد اور مرد بھی فوجی شجاع۔ عورت اور عورت بھی نازک و دھان پان۔ گود میں اٹھا کندھے پر لاد کشتی کی طرف چلا۔ مگر کنارے سے چند قدم دور ہی تھا کہ ایک آواز اس کے کان میں آئی۔

عشق کا سودا ختم ہوا۔ مرد ہے اور بہادر ہے تو سامنے آ۔

آدمی نے حقارت سے اس طرف دیکھا اور سفیرہ کو اتار کر سامنے کھڑا ہوا۔ اندھیرا زیادہ تھا اور سواد دھندلے سے کپڑوں کے کچھ نظر نہ آتا تھا کہ سفیرہ نے کہا:۔

یوسف کہاں دیر لگائی؟

ابھی یوسف کچھ جواب نہ دینے پایا تھا کہ تلوار کے زناٹے کی آواز ہوا میں گونجی اور اگر یوسف سپر پر نہ روک لیتا تو گردن بھٹے کی طرح اڑ جاتی۔ وار روک کر یوسف بائیں طرف بچ کر حملہ آور ہوا۔ یہ وار پورا تھا۔ دشمن کا ایک ہاتھ الگ گرا۔ اور زخمی کراہتا ہوا دریا کی طرف چلتا تھا کہ یوسف نے ایک تلوار اور ماری اور زخمی وہیں گر پڑا۔ رات اندھیری تھی اور تاریکی لمحہ بہ لمحہ زیادہ ہو رہی تھی زخمی پڑا تڑپ رہا تھا کہ یوسف سفیرہ کی طرف بڑھا اور کہا۔

میری محسنہ سخت تکلیف انتظار میں ہوئی۔ ہر چند کوشش کی مگر نہ پہنچ سکا۔ سنا ہے مسلمانوں کا پیام گر گوری کے پاس پہنچ گیا۔ نہایت نخوت سے جواب دیا ہے۔

سفیرہ۔ یہی نہیں بلکہ یونانیوں کا ایک ٹڈی دل لشکر مسلمانوں کے مقابلے کو آگیا ہے

گمان غالب ہے کہ شاید گریگوری کو مقابلہ کی ضرورت بھی پیش نہ آسکے ۔

یوسف ۔ مسلمانوں کو ایسا گیا گزرا نہ سمجھو وہ ہٹنے والے نہیں ۔

سفیر ۔ ایسی بات کیوں کہتے ہو جو قیاس میں نہ آسکے ۔ چالیس ہزار دو تین لاکھ دلیروں کا مقابلہ کسطرح کر سکتے ہیں ۔ لاکھ بہادر اور مرد میدان ہوں مگر ایک کی دو اور دو اور دو کی چار

یوسف ۔ اس سے پہلے بھی بعض معرکوں میں ایسا اتفاق ہوا ہے ۔ میری عزیز محبت حبیبا خدا کی اعانت شامل حال ہوتی ہے جو مسلمانوں کا خیال ہے تو قلت کثرت پر غالب آجاتی ہے ۔ ایسے موقعے گئے ہیں کہ دیکھنے والی آنکھوں کے سوا کوئی یقین نہیں کر سکتا ۔ کان سنکر حیرت میں رہ جائیں گے کہ جو گنتے اور چکھنے آدمیوں پر جہاں عقل قیاس سب متحیر ہیں کسطرح مسلمانوں نے فتح پائی ۔ خلافت دوم میں تمام عراق اور عرب ایک طرف تھا ۔ ایران کا بچہ بچہ مسلمانوں کے نام کا دشمن تھا ۔ سینکڑوں کے مقابلے میں ہزاروں اور ہزاروں کے مقابلہ میں لاکھوں میدان میں آگئے ۔ مگر اس سرے سے اُس سرے تک خدا نے فتح کا سہرا ان کے سر پر باندھ دیا ۔

سفیر ۔ سنا تو میں نے بھی یہی ہے اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں ۔ مگر میں ایسی خوش اعتقاد نہیں ہوں کہ خدا کی اس اعانت پر ایمان لے آؤں ۔ جس دماغ نے کارتھلیسٹ جیسے خداوند کو دھتکار دیا وہ مسلمانوں کے ایسے دعووں پر خواہ مخواہ ایمان نہیں لا سکتا ۔

یوسف ۔ میں خود نہیں چاہتا کہ زبانی لن ترانیوں سے اپنے مذہب مقدس کی فضیلت ثابت کردوں ۔ لیکن جو کچھ ہوگا وہ ہر آنکھ دیکھ لے گی ۔ فتح و شکست خدا کے اختیار میں ہے ۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انجام کیا ہوگا ۔ لیکن جو لوگ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوششیں کرتے ہیں قدرت یقیناً ان کی مدد کرتی ہے ۔ مسلمان زندہ رہنے کی اور ہم ایسی فنا ہونے کی کوشش کر رہے ہیں خدا دونوں کی کوششوں میں متفق ہوگا ۔

سفیر ۔ خیر اس بحث کو جانے دو ۔ کہو تمہارے ذاتی مقابلہ کا کیا فیصلہ ہوا ۔

یوسف ۔ مجھ کو چوبیس گھنٹے کے واسطے آزادی عطا ہوئی ہے اور قسم لی گئی ہے کہ

فرار نہ ہوں۔ مگر یہ بلا شبہ غلطی ہے۔ مسلمان جو زبان سے کہدیتے ہیں وہ پورا کرتے ہیں۔ خواہ گردن اڑجائے۔

سفیر ۔ تو آزادی میں یہ تاخیر اور وعدہ فراموشی کیا معنی رکھتی ہے؟

یوسف ۔ میں لشکرِ اسلامی میں چلا گیا تھا اور واپسی میں راستہ بھول گیا۔

(۲۶)

آدھی رات کے قریب گزر چکی تھی۔ مسلمان بیخبر جنگل میں پڑے سوتے تھے کہ یونانیوں کا عظیم الشان لشکر ان پر ٹوٹ پڑا۔ اور قتل عام شروع کر دیا۔ جبتک سپہ سالار فوج عبداللہ ابن سعد بیدار ہوں چھ سو کے قریب مسلمان تہ تیغ ہو چکے تھے۔ مسلمان ہوشیار ہو کر مسلح ہوئے اور مقابلے کے واسطے تیار۔ مگر نہ معلوم اسمیں کیا مصلحت تھی کہ مسلمانوں کے سامنے آتے ہی یونانی پیچھے ہٹ گئے۔ ہر چند انھوں نے للکارا اور مقابلہ پر آمادہ کیا مگر نہ ٹھیرے۔ اور ایک یونانی بھی ضائع ہوا۔ مسلمانوں نے دور تک تعاقب کیا اور حدود طرابلس تک پہنچگئے۔ شہر پناہ پر پہنچکر فوج نے چاہا کہ اندر داخل ہوں مگر عبداللہ نے بلحاظ دُور اندیشی منع کیا۔ اور واپس آئے۔ قیام پر پہنچتے پہنچتے پو کنپٹی شروع ہو گئی اور سونے کا وقت نہ رہا۔ سب سے پہلے نماز فجر پڑھی اور اس کے بعد شہیدوں کو دفن کیا۔ اس سے فراغت پا کر منتظر تھے کہ شاید یونانی مقابلہ کو آئیں۔ مگر جب آفتاب اچھی طرح بلند ہو چکا اور دشمن کی صورت نہ دکھائی دی تو مجبوراً ہتھیار کھول دیے اور بیٹھ گئے۔

اسوقت عبداللہ بن سعد نے منتخب افسروں کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ آیا ہم کو دشمن کا انتظار کرنا چاہیئے یا خود طرابلس پر حملہ کریں۔ سب کی صلاح یہی ہوئی کہ اتمام حجت ہو چکی اور ہمارے ذمہ کوئی الزام نہ ہوگا مگر مصلحت یہ ہے کہ پیشقدمی ان ہی کی طرف سے ہو۔

دن اسی انتظار میں ختم ہوا۔ مگر یونانیوں کا حملہ یا مقابلہ تو در کنار کسی کی صورت تک نہ دکھائی دی۔ عشا کی نماز کے بعد تھکے ہارے اور رات بھر کے جاگے ہوئے پردیسیا

پڑ پڑ کے سو گئے۔ مختلف مقامات پر چند محافظ مقرر کر دیے گئے کہ اگر کل کی طرح آج بھی یونانی شب خون ماریں تو کامیابی نہ ہو۔ یونانی اچھی طرح سمجھتے تھے کہ مسلمان رات بھر ہمارے تعاقب میں رہے اور آدھی رات سے دم بھر کو بھی انکی آنکھ نہیں لگی۔ رات ان کے واسطے پیغام موت لائیگی اور بے خبر سوئینگے۔ ایسا ہی ہوا۔ ٹھیک اسی وقت یونانیوں کے چار مسلح دستے آ پڑے۔ غضب یہ ہوا کہ مشرقی سمت کا محافظ بھی اونگ گیا تھا اور یہ نیند اسکے واسطے دعوت موت ہو گئی۔ یونانی اُسکو شہید کرتے ہی اندر گھس گئے اور اس سے پہلے کہ دوسرے محافظ اُدھر رُخ کریں انہوں نے تلوار چلا دی۔ مگر آج کے حملے میں دو ہی چار مسلمان شہید ہوئے تھے کہ مشرقی سمت کا محافظ دستہ بیدار ہو کر یونانیوں کے سر پر آ پہونچا۔ ابھی ان کا حملہ شروع نہ ہوا تھا کہ دونوں طرف سے مسلمانوں نے گھیر ڈال لیا۔ اور یونانیوں کے چاروں دستے چاروں طرف سے گھر گئے۔ اسوقت مسلمانوں کی پوری جماعت مقابلہ کو موجود تھی۔ دشمن نے ہر چند بہادری دکھائی۔ مگر مسلمانوں کی فوج دور تک پڑی ہوئی تھی کچھ ایسا بجوگ پڑا کہ ایک یونانی بھی جانبر نہ ہو سکا۔ رات کی تاریکی نے اتنا نقصان ضرور کیا کہ مسلمانوں کو دشمن کے فنا کرنے میں غیر معمولی وقت صرف کرنا پڑا۔ اور قریب قریب رات کا باقی تمام حصہ اسی کوشش میں ختم ہوا۔ پرندان صحرائی نے جسوقت صبح کا پیغام پہنچایا تو یونانیوں کے چاروں دستے فنا ہو چکے تھے

(۲۸)

یونانی اور طرابلسی ایک وسیع میدان میں چاروں طرف جمع ہیں اور ایک زرنگار میانہ میں خداوند کا جھنڈا ور برابر میں بادشاہ گرگوری دونوں بیٹھے ہیں۔ یوسف ایک مشکی گھوڑے پر اور سب ہاتھی پر سوار ہیں۔ گرگوری اپنی جگہ سے اٹھا اور درایرٹ کے پاس پہنچکر کہا۔

یہ معمولی مقابلہ نہیں۔ قوم کی فتح و شکست کا انحصار اسی پر ہے جس سنگدلی سے ظالم لٹیروں نے رات کو ہمارے بھائی یونانیوں کو قتل کیا ہے۔ وہ تم سے پوشیدہ نہیں۔ ہم اپنی فتح کا شگون تمھارے مقابلے سے لیں گے ضرورت ہے کہ تم اِس بے ایمان کی ہڈیاں

چبا ڈالو۔ میں ایک بات تم سے اور بھی کہے دیتا ہوں۔ علاوہ اسکے کہ یہ ہمارا جانی دشمن اور خداوند سے گمراہ انسان ہے یہ تمھارا رقیب اور مہ جبین سفیریہ کا خواستگار ہے۔ اگر یہ اسوقت تمھارے ہاتھ سے بچ گیا تو نہ معلوم کیا کیا گل کھلائیگا۔ آج اپنی جرأت اور شجاعت دکھاؤ اور اس مکار کو ہماری سب کی آنکھوں کے سامنے تکا بوٹی کر دو۔

رابرٹ۔ واقعہ یہ ہے کہ مجھ کو اس بڈی پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے شرم آتی ہے کوئی مسلمانوں کا بہادر ہوتا تو مقابلے کا مزا اور وار کا لطف آتا۔ یہ تو خود بکری کی صورت کا انسان ہے اس جیسے اگر چار بھی لپٹ جائیں تو تنکوں کی طرح ٹکڑے اڑا دوں۔

گریگوری۔ بیشک مردانگی اسی کا نام ہے۔ رات کے یونانی بھائیوں کا بدلہ اس سیاہ رو سے لو اور ککڑی کی طرح اسکا سر اڑا کر پھینک دو کہ ہمارے کلیجے ٹھنڈے ہوں

خداوند۔ ہوں۔ ہوں۔ ہوں۔

یوسف ایک خاموش صورت انسان گردن نیچے کیئے خاموش کھڑا تھا کہ گریگوری نے اس سے کہا:۔

آج ہم اپنی لڑائی کا شگون تجھ منحوس کے خون سے لیتے ہیں۔ رات کو تم لٹیروں نے جو ستم ڈھایا ہے اور یونانی شجاعوں کو قتل کیا ہے وہ ہمارے دل پر لکھا ہوا ہے اسوقت اس کا بدلہ تجھ سے لیا جائیگا۔ اگر ہمت ہے تو کچھ شجاعت کے جوہر دکھا اور اس طرابلسی جری کی زد سے بچ جو تجھ جیسے چار کو آناً فاناً جہنم میں پہونچا دے اور خاک میں ملا دے

یوسف۔ اگر موت اسی طرح مقدر میں ہے تو مشیت کے آگے سر تسلیم خم کرنا انسانیت کا فرض ہے۔ کیا تعجب ہو کہ شجاع طرابلسی جیسا تم خیال کرتے ہو ویسا ہی ہو۔

خداوند نے رومال کا اشارہ کیا اور رابرٹ نے للکار کر کہا:۔

سامنے آ نابکار کمینے۔ گو تیرے خون سے اپنی تلوار آلودہ کرنا قوم طرابلسی کو ناپاک کرنا ہو مگر یہ ایک عظیم الشان جنگ کا شگون ہے اس لیئے آ کہ تجھے قتل کر دوں۔

یوسف مسکراتا ہوا آگے بڑھا۔ اور صرف اسقدر کہا :-

"ہاں دیکھ صداقت کے جوہر کیا ہیں۔"

اتنا کہہ کر یوسف نے ایک گرز رابرٹ کے سر پر مارا۔ مگر رابرٹ بچہ نہ تھا۔ بچا اور بچتے ہی ایک وار تلوار کا یوسف پر کیا۔ اگر یوسف بائیں جانب نہ ہٹ جائے تو یہ وار گھوڑے تک کے ٹکڑے اڑا دیے۔ یوسف کے بچتے ہی رابرٹ نے گرز کا ایک وار اور کیا اور اسکے ساتھ ہی چاروں طرف سے واہ واہ کے نعرے بلند ہوئے۔ اس متفقہ آواز نے یوسف کو بہت پریشان کیا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ یہاں پاؤں تلے کی چیونٹی بھی جان کی دشمن ہے۔ یہ تنومند قوی ہیکل رابرٹ اگر زیر بھی ہوگیا تو یہ لوگ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔ تاہم اس نے اپنا دل کڑا کیا اور اس زور سے کلمۂ توحید پڑھا کہ تمام میدان گونج اٹھا۔ خلقت متحیر تھی کہ یہ کیا ہوا۔ مگر یہاں رنگ ہی کچھ اور تھا۔ تلوار لیئے ہوئے یوسف حریف کے سر پر سوار تھا۔ ہر چند رابرٹ نے بچنے کی کوشش کی جدھر یوسف کی تلوار جاتی تھی ادھر سپر سامنے کرتا تھا۔ اس موقعہ پر یوسف نے یہ تدبیر کی کہ ہاتھ پر تلوار مارنے کا قصد کیا۔ رابرٹ نے سپر سامنے کی مگر یہ یوسف کی محض ایک ترکیب تھی۔ رابرٹ ہاتھ کو بچا تا رہا اور یوسف نے اللّٰہ اکبر کہہ کر اس زور سے ہاتھ سر پر مارا کہ گردن ایک طرف اور دھڑ دوسری طرف تڑپ رہا تھا۔ ابھی تک لوگ مغالطہ میں تھے اور اپنے دھوکے میں یہ سمجھ کر کہ رابرٹ کامیاب ہوا۔ خوشی کے نعرے لگاتے رہے۔ لیکن یوسف کا سامنے آنا تھا کہ سب کی خوشیوں پر پانی پھر گیا۔ بیرس ایک بہادر جوش میں آکر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا :-

یہ محض اتفاق تھا کہ سپر رابرٹ کے ہاتھ میں رک گئی۔ اگر ہمت ہے تو لے میرے وار کو روک۔ ابھی خداوند کی اجازت بھی نہ ہوئی تھی کہ بیرس فوراً آگے بڑھا۔ بگولے کی طرح اٹھا اور بجلی کی طرح گرا۔ ہر طرف سے تحسین و مرحبا کے ساتھ یہ صدا بلند ہوئی۔

شگون نیک ہے دشمن کا سر کچلنے کو ہم میں سے ہر شخص موجود ہے یہ زندہ نہ رہے

برس نے پے درپے دو وار کیئے مگر یوسف دونوں مرتبہ دائیں بائیں بچا۔ اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ سنبھلتا اور سنبھلکر ایک گرز لے کر چڑھا اسکو خالی دیتے ہوئے یوسف نے فوراً ایک تلوار اس زور سے سر پر دی کہ آدھے سے زیادہ سر اور شانے کے پار تھی۔ برس کا گرنا تھا کہ خداوند اٹھ کھڑے ہوئے اور انکے ساتھ ہی گریگوری بھی اور تماشائی وسیلانی بھی۔

یہ ایک غیر معمولی منظر تھا اور نہ معلوم ندامت تھی یا طیش کہ کسی نے یوسف کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور دم بھر میں اس کے سوا دُور دُور آدمی کا پتہ نہ تھا۔

(۲۹)

یونانی سپہ سالار مسلح فوج کے سامنے کھڑا ہے رات ختم کے قریب ہے اور آفتاب اپنا رخِ روشن عنقریب دکھانے والا ہے۔ تارے ابھی موجود تو سب ہیں مگر پھیکے پڑ چکے ہیں اور باری باری بزمِ احباب سے رخصت ہو رہے ہیں۔

سپاہیوں کے ہاتھ تلواروں کے دستوں پر تھے کہ سپہ سالار نے کہا یہ ہمارا حملہ معمولی حملہ نہیں۔ ہمکو اسمیں کوئی شہر فتح کرنا ہے نہ کسی جگہ کو بچانا۔ بلکہ ہم کو اپنے اُن بھائیوں کے خون کا بدلہ ظالموں سے لینا ہے جو بے یار و مددگار جنگلوں میں پہاڑوں میں دریاؤں میں میدانوں میں لوٹے گئے کھسوٹے گئے۔ مارے گئے قتل کیئے گئے۔ مسلمانوں نے یہ سمجھا تھا کہ یونانی بے وارث ہیں۔ ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں۔ انہوں نے جسطرح ہمارے ملک تاراج و برباد کیئے ہماری عورتیں بیوہ اور بچے یتیم کیئے اسکی مثال اب کیا آئندہ بھی دنیا میں پیش نہ آئیگی یہ اس سنگدلی کے بدلے کا وقت ہے اور تم کو دکھانا ہے کہ بیگناہوں کا خون کسطرح رنگ لاتا ہے۔ ہمارا ریفیر بدنصیب تھا کہ اپنے جوش میں بے تحاشا گرا اور اسطرح گرا کہ قزاقوں نے اسکو نکلنے نہ دیا۔ لیکن جو شجاعت اور بہادری پہلے روز دکھا گیا اور سینکڑوں لٹیروں کو خون کے گھاٹ اتار دیا وہ ان سے بھی پوشیدہ نہیں۔ یہ اس کا حوصلہ اور دل گردہ کہ ان ہی کے گھر یران ہی میں پہنچکر کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اور ایسے دانت کھٹے کیئے کہ عمر بھر اس کی

تلوار کا مزا فراموش نہیں کر سکتے۔ لطف یہ ہے کہ غروب آفتاب سے قبل ایک مسلمان سرزمین طرابلس پر زندہ نہ رہے۔ اور ہم جو اسوقت حملہ کی غرض سے اسطرح روانہ ہو رہے ہیں کہ خداوند اور شہنشاہ دونوں ہم کو فتح کی دعا سے رخصت کر رہے ہیں فاتح کی حیثیت سے اسطرح داخل ہوں کہ یہ سرزمین ہمارے قدم چومے۔

یونانیوں کا جوش و خروش پہلے ہی بڑھا ہوا تھا۔ سپہ سالار نے اپنی تقریر سے اور بھی تیز کر دیا۔ ہر طرف سے اقرار و معاہدے کی صدائیں کانوں میں آئیں۔ اور خداوند کا حکم پاتے ہی یہ لشکر حملے کے واسطے روانہ ہو گیا۔

مسلمان نمازِ مغرب سے فراغت پاکر مشورہ میں مصروف تھے اور سوچ رہے تھے کہ ان حالات میں کہ دشمن خاموش بیٹھا ہے کیا کرنا چاہیئے کہ سامنے سے گرد اٹھتی دکھائی دی عبداللہ نے فوراً فوج کو مسلح ہونے کا حکم دیا اور آناً فاناً مسلمان بھی مقابلے کے واسطے تیار ہو گئے۔ خیال یہ تھا کہ یونانی پڑاؤ کر کے پہلے گفت و شنید کرینگے اور اسکے بعد مقابلہ ہو گا مگر جوشیلے یونانیوں میں اب صبر کی تاب اور قیام کی ہمت نہ تھی۔ وہ مسلمانوں کے سر پر آ پہنچے اور اس سے پہلے کہ کسی قسم کی گفتگو ہو تیروں کا مینھ ایسا سر پر برسایا کہ اگر مسلمان بھی ترکی بہ ترکی جواب نہ دینے کے قابل ہوتے تو تعجب نہیں لشکر کے پاؤں اکھڑ جاتے۔ تقریباً دو گھنٹے تک یہ معرکہ رہا اور فریقین کے اکثر جانباز کام آئے۔ عبداللہ بن سعد نے یہ رنگ دیکھ کر عام حملہ کا حکم دیدیا۔ اور مسلمان اسطرح ٹوٹے کہ ہر طرف خون کے دریا بہا دیئے۔

آفتاب کی زبردست شعاعیں ماند ہو چکی تھیں۔ دن ختم ہو چکا تھا۔ مگر دونوں فوجوں کی ہمت میں فرق نہ آیا لیکن اندھیرے میں اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ مجبوراً لڑائی دوسرے روز کے واسطے ملتوی ہوئی مسلمانوں کو آج شبخون کا پورا یقین تھا۔ اس لئے نماز عشا کے بعد بجائے اس کے کہ وہ سوتے بدستور مسلح رہنے۔ آدھی رات کے وقت عبداللہ بن سعد نے خود ہی شبخون کا حکم دیا۔ آج یونانی دن بھر کے تھکے ہارے بے خبر سوتے تھے مسلمانوں نے

بھی کھولکر حملہ شروع کیا اور اس بے جگری سے لڑے کہ یونانیوں کے بھی چھکے چھوٹ گئے۔ تاریکی شب ان کے واسطے بڑا غنیمت تھی۔ طلوع آفتاب نے جب انکو دکھایا کہ فوج کا بڑا حصہ ختم ہو چکا اور خود سپہ سالار فوج قتل ہو چکا تو پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمان اس پست ہمتی کو تاڑ گئے اور اپنے سپہ سالار کا اشارہ پاتے ہی تلواریں سونت کر ایسے گرے کہ ہر چند یونانی شجاع نے اپنی فوج کی ہمت بڑھانے کی کوششیں کیں مگر ایک کوشش بھی کارآمد نہوئی اور سب رفو چکر ہو گئے۔

(٣٠)

کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ میں تمھاری شجاعت کی داد دوں۔؟

یوسف ۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ یہ تم نے کیونکر سمجھا؟

سفیرہ ۔ تو کیا میں آپ کی روحانیت کا اعتراف کروں۔؟

یوسف ۔ میں اسیر بھی تم کو مجبور کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔

سفیرہ ۔ مگر خواہش تو ہے۔

یوسف ۔ یہ تو انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے عزیز کی بہتری کا خواہشمند ہوتا ہے تم اگر موقعہ پر موجود ہوتیں تو دیکھ لیتیں کہ کس طرح خدائے واحد نے جسپر مجھ کو کامل اعتماد اور پورا یقین تھا کیسی میری مدد کی۔

سفیرہ ۔ تم کو یہ یقین ہے کہ میں وہاں موجود نہ تھی؟

یوسف ۔ تمھاری مہمان نوازی اور ذرہ پروری سے تو یہ بھی اُمید ہے کہ جسطرح تم نے ایک ذلیل انسان کی یہ کچھ عزت افزائی کی ہے اسیطرح اسوقت بھی تم اپنے خادم کی جرأت و ہمت کا تماشا دیکھ رہی ہو گی۔

سفیرہ ۔ ہاں یہ تو درست ہے۔ لیکن خدا کی اعانت میں نے نہ دیکھی۔

یوسف ۔ وہ خدا کی اعانت تھی کہ ایک کمزور انسان فاقوں کا مارا قید کا چھوٹا زخمی بیمار

ایک تومند ہٹے کٹے آدمی پر غالب گئے اور دوسرے پر بھی۔

سفیریہ - ہاں وہ تو کمال تھا۔

یوسف - تم کمال سمجھو۔ میں اس کمال ہی کو خدا کی عنایت کہتا ہوں۔ یہ بھی دیکھا کہ خداوند بھی موقعہ پر موجود تھے؟

سفیریہ - ہاں افسوس ہے خداوند نے بھی اس کی مدد نہ کی

یوسف - مکار خداوند ایک گنہ گار انسان ہے۔ وہ کیا مدد کرتا۔ اور یہ بھی سنا کہ اسی خدا نے جو وحدہٗ لاشریک ہے اپنے فضل و کرم سے یونانیوں کو شکست دی۔ اور ایسے دُم دبا کر بھاگے کہ پلٹ کر دیکھا تک نہیں۔ مسلمانوں کا فاتح لشکر شہر پناہ کی دیواروں کے نیچے پڑا ہے اور عنقریب وہ فتحمند یہاں داخل ہونے والا ہے۔

سفیریہ - ہاں سنا تو میں نے بھی ہے اور سنا گیا ہے کہ گرگوری اور پاپا سب کے سب خداوند کے قدموں پر رات بھر لوٹے اور کل سے بہت پریشان ہیں۔

یوسف - میں اب بھی یہ نہیں کہتا کہ مسلمان یقیناً کامیاب ہونگے۔ مگر ہاں میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر انہوں نے صدق دل سے التجا کی اور ہمت نہ ہاری تو خدا ان کی مدد کریگا۔

دوپہر کا وقت تھا آفتاب دونوں کے سروں پر زور شور سے چمک رہا تھا۔ اور کنارہ دریا پر یوسف و سفیریہ کھڑے اسطرح باتیں کر رہے تھے کہ دُور سے ایک کشتی آتی ہوئی دکھائی دی۔ متعجب ہوکر دونوں کے دونوں اسی طرف دیکھ رہے تھے کہ آٹھ مسلح آدمی کشتی میں سے اُترے اور دونوں کو گھیرے میں ڈالکر کہا۔

ہمارا سردار جیفیری تم دونوں کے ہاتھ سے اس روز رات کے وقت قتل ہوا۔ اسکی تمام امیدیں دل کی دل میں رہیں اور آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ وہ مرنے والا تنہا نہ تھا۔ اپنے پیچھے بھی کچھ مددگار چھوڑ گیا ہے۔ ہم آٹھ نہیں۔ آٹھ ہزار نہیں۔ آٹھ لاکھ ہیں۔ اور تم دونوں کے واسطے تمام طرابلس کو خاک سیاہ کر دینگے۔ یوسف سوچ رہا تھا کہ کیا جواب دے کہ ایک

شخص نے آگے بڑھ کر ایک تلوار اس زور سے اسکے سر پہ ماری کہ سیدھا ہاتھ جھول گیا اور دو آدمیوں نے آگے بڑھ کر اسکو زندہ گرفتار کر لیا۔ یوسف کے بعد سفیریہ کی گرفتاری مشکل کام نہ تھا۔ اسکو لے کر کشتی میں بیٹھے۔ یوسف زخمی کو وہیں چھوڑا اور سفیریہ کو ساتھ لے کر ایک طرف روانہ ہو گئے۔ رات سر پر آئی اور ختم ہو گئی۔ صبح کے وقت یوسف ہوشیار ہوا۔ تو سفیریہ کہیں کی کہیں نکل چکی تھی۔ ہاتھ کو کس کر باندھا۔ اور سوچنے لگا کہ کس سمت جاؤں۔ اور کیا کروں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ آٹھوں آدمی الجیریہ کے رہنے والے تھے اور یقیناً میری سفیریہ ان کے قبضہ میں وہیں پہنچی۔ مگر میں کس طرح وہاں جاؤں اور کیونکر پہونچوں۔ کشتی کا کوسوں پتہ نہیں۔ گھوڑا ابھی یہاں سے دور ہے۔

(۳۱)

یونانیوں کی شکست نے خداوند اور گریگوری دونوں کے ہوش باختہ کر دیے اس عظیم الشان لشکر کی پسپائی معمولی بات نہ تھی۔ گریگوری کو اپنی شکست کا کامل یقین تھا شگون بھی چونکہ خلاف رہا اور یوسف نے ایک چھوڑ دو حریف قتل کیے۔ اس لیے گریگوری کی رات کی نیند اور دن کی بھوک پیاس اڑ گئی تھی۔ ہر وقت خداوند کے قدموں میں پڑا رہتا اور دعا کا ملتجی تھا۔ مگر بدقسمتی سے خداوند کو خود شکست کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور جان پر بنی ہوئی تھی اب سفیریہ کے عشق کا فکر تھا یوسف کے قتل کی کاوش۔ تعجب یہ تھا کہ یونانی لشکر کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی۔ اور پھر بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ گریگوری ڈیڑھ لاکھ کے قریب لشکر جمع کر چکا تھا۔ لیکن یونانی تجربہ نے اس تعداد کی وقعت خاک میں ملا دی تھی۔ کوشش کی کہ کسی طرح کچھ دے دلا کر دشمن کو ٹال دوں۔ تین تین روز نامہ بر دوڑتے رہے مگر جب عبداللہ بن سعد کا یہ آخری اور فیصل جواب آ گیا کہ اسلام اور جزیہ کے سوا کوئی صورت لڑائی نہیں روک سکتی تو مجبور ہو گیا۔ تعجب نہیں کہ گریگوری جزیہ بھی منظور کر لیتا۔ مگر خداوند کی شان کس طرح گوارا کر لیتی۔ اس لیے لڑائی ٹھنی۔ اور جب مسلمانوں کو بھی اچھی طرح یقین ہو گیا

کہ گریگوری ایمان لائیگا نہ جزیہ دیگا تو ایک روز دوپہر کے وقت انہوں نے حملہ کر دیا۔
گریگوری صلح کی گفتگو کر رہا تھا مگر اتنا بیوقوف نہ تھا کہ دشمن کے حملہ سے بے خبر ہو جاتا اسکی ڈیڑھ لاکھ مسلح فوج شہر پناہ پر پڑی ہوئی تھی۔ دشمن کے آگے بڑھتے ہی دروازہ سے باہر نکلی اور کنار دریا پر شہر پناہ کی دیواروں کے نیچے لڑائی شروع ہو گئی۔
عبداللہ بن سعد نے مقابلہ نہایت دلیری سے کیا اور تین دفعہ کوشش کی کہ شہر کے اندر داخل ہو جائیں۔ مگر طرابلس جوان جلادانہ تھے۔ اس سختی سے اڑے اور ہمت سے لڑ کر مسلمانوں کی ایک کوشش بھی کامیاب نہ ہوئی۔ اور اب اسکے سوا چارہ نہ تھا کہ رات کو لڑائی ملتوی ہوئی۔

(۳۴)

ایک سر سبز و شاداب چمن کی بارہ دری میں جہاں دور دور تک پھول مہک رہے تھے نازنین طرابلس مہ جبین سفیریہ خاموش کھڑی ہے۔ اور والی الجیریہ ایک زرنگار کرسی پر بیٹھا شراب پی رہا ہے اس نے ایک پیالہ پی کر سفیریہ کی طرف دیکھا اور کہا:۔
اب مجھے یقین ہو گیا تو جسقدر حسین ہے اس سے زیادہ بدنصیب ساری رات سمجھاتے ہوئے صبح ہوئی۔ خیال یہ تھا کہ تو الجیریہ کی حکومت اور تمام سلطنت کی مالک ہو گی مگر معلوم ہوا کہ اب تیرے سر پر موت کھیل رہی ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں تیرے واسطے کوئی سزا تجویز کروں تجھ کو ایک دفعہ اور سمجھاتا ہوں۔
او بدنصیب حسینہ اپنے اوپر نہیں اپنے حسن پر رحم کر یہ صورت سزا کے لائق نہیں قدر کرنے کے قابل ہے تجھ کو معلوم ہے کہ میری آنکھ کے اشارے سے تیری زندگی اور موت کا فیصلہ ہے اپنی ہٹ اور ضد چھوڑ اور میرے پہلو میں بیٹھ کر الجیریہ پر حکومت کر۔
رات ختم کے قریب تھی۔ اور والی الجیریہ نشہ میں چور کر اس فقرے کے ختم ہوتے ہی ایک شخص بارہ دری میں داخل ہوا اور خاموشی کے ساتھ تلوار کا ایک وار اس زور سے

گیا کہ دائی البصیرہ کی گردن زمین میں تڑپنے لگی۔

سفیرہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو یوسف تھا۔ متحیر ہو کے کہنے لگی پہرہ داروں کی آنکھوں میں کیا خاک جھونک دی؟

یوسف ۔ ان کا بھی یہی حشر ہوا۔ چلو اب جلدی کرو۔ آفتاب طلوع ہونے سے قبل ہم کو دور نکل جانا چاہیئے۔

سفیرہ ۔ گھوڑے موجود ہیں؟!

یوسف ۔ موجود ہوتے کیا دیر لگتی ہے۔ اصطبل سامنے موجود ہے۔ یوسف اور سفیرہ دونوں باہر نکلے۔ یوسف نے اصطبل سے دو گھوڑے لیے اور دونوں سوار ہو کر البصیرہ کے شہر پناہ تک پہنچے ہونگے کہ طائرانِ خوش الحان نے صبح کا پیام دیا۔ ابھی تاریکی موجود تھی۔ دونوں طرابلس کی سڑک پر روانہ ہو گئے۔

(۳۳)

مسلمانوں نے دل کھول کر حملے کیے۔ دن کو کیے رات کو کیے۔ علی الاعلان کیے خاموشی کے ساتھ کیے مگر جانبازانِ طرابلس کے سامنے ایک پیش نہ گئی۔ شہر کا دروازہ لوہے کا قلعہ ہو گیا کہ خون کی ندیاں بہ گئیں مگر مسلمان اندر داخل نہ ہو سکے۔ متواتر ناکامیوں سے عبداللہ بن سعد کی ہمت پست ہو گئی۔ اور اب لڑائی کا یہ رنگ رہا کہ مسلمان دن بھر داخلہ کی کوشش کرتے اور ناکام رہ کر شام کو سو جاتے۔ چند مسلح آدمی باری باری پہرہ دیتے کہ دشمن شب خون نہ مارے۔ مگر دن بھر کی کوفت کے بعد عیسائیوں کی بھی یہ ہمت نہ ہوتی کہ رات کو باہر نکلتے اور حملہ کرتے۔

گرگیوری نے عام طور پر اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص عبداللہ بن سعد کا سر کاٹ لائے اسکو پچاس ہزار اشرفی اور اپنی لڑکی انعام دونگا۔ اس لالچ نے عیسائیوں کی ہمت اور بڑھا دی تھی۔ اور اس طرح کٹ کٹ کر لڑتے تھے کہ قدم پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتا تھا اگر

اعلان نے عبداللہ کو بھی پریشان کر دیا۔ اور ان کو پورا الیقین ہو گیا کہ دشمن صرف میرے
سر کی فکر میں ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبداللہ میدانِ جنگ میں کم آنے لگے اور اگر آئے بھی تو نہایت
احتیاط کے ساتھ۔

مسلمانوں کا یہ محاصرہ کئی ہفتہ تک جاری رہا۔ لیکن اندر داخل نہ ہو سکے۔ عیسائیوں نے
بھی سر توڑ کوششیں کیں مگر وہ بھی مسلمانوں کو اپنے حدود سے باہر کرنے میں کامیاب نہ ہوئے
نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی نے بہت زیادہ عرصہ لیا۔ ہفتوں سے مہینوں ہو گئے۔ دن بھر زور و شور سے
لڑائی رہتی مگر کوئی تصفیہ نہ ہوتا۔ مسلمانوں کے واسطے یہ خرابی اور بھی کہ وطن ان سے ہزاروں
کوس دور تھا اور کمک پہنچ نہ سکتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جسقدر آدمی ضائع ہوتے تھے۔ پھر انکی
تلافی نہ ہوتی تھی۔ ہر روز فوج کم ہو رہی تھی اور دشمن اس حالت سے نا آشنا نہ تھا۔ اور
اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ چند روز بعد مسلمان خود ہی نا اُمید ہو کر بھاگ جائیں گے۔ اسلئے واسطے
محاصرہ کی طوالت نے طرابلسیوں کو زیادہ پریشان نہ کیا۔ مسلمانوں کے پاس کھانے اور
پانی تک کے ذخیرے ختم ہو گئے۔ اول تو وہ ذخیرے تھے ہی کیا۔ مگر پھر بھی جو کچھ تھا وہ
کب تک ساتھ دیتا۔ شہر بند وطن دُور سخت مشکل پیش آئی دن بھر لڑتے اور رات کو جنگل کے
پھل توڑ کر لاتے اور گزارہ کرتے۔ طوالتِ جنگ نے اور بالخصوص ایسی حالت میں کہ
بعض دفعہ خود عبداللہ بھی ساتھ نہ ہوتے مسلمانوں کے چھکے چھڑا دیے۔ اور ان کی
امنگوں میں فرق آ گیا۔ اس موقعہ پر عبداللہ نے یہی مصلحت سمجھی کہ اپنی جان کی پروا نہ کریں
اور جب تک میدان کارزار گرم رہے موقعہ پر موجود رہیں۔ متواتر تین روز عبداللہ نے
ایسی جگر خراش تقریریں کیں کہ ٹوٹی ہوئی ہمتیں پھر بندھیں اور مسلمان اسی جوش و
خروش سے لڑنے لگے۔

گرگوری کا انعام روز بروز ترقی کر رہا تھا۔ اس نے اشرفیوں کی تعداد ایک
لاکھ کر دی اور اس لالچ میں کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ طرابلسی اپنی جان پر کھیل کر رات کے وقت

محض عبداللہ کا سر کاٹنے لشکر میں گھس گئے۔ اور گرفتار ہوکر قتل کیے گئے۔ اسوقت مسلمانوں نے بھی مناسب سمجھا کہ اپنے سپہ سالار کی خاص طور پر حفاظت رکھیں۔ اور ان کو ایسی جگہ چھپائیں کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔

لڑائی کو تین مہینے سے زیادہ ہوگئے۔ گرمی قیامت خیز تھی اور کنارِ دریا کا جلتا بھلتا ریت آفت بپا کرتا تھا۔ مسلمان اب دوپہر تک حملہ کرتے اور اس کے بعد لڑائی بند کر دیتے۔ عیسائیوں نے بھی اسکو غنیمت سمجھا۔ اور گو اس گرمی کے وہ اچھی طرح عادی تھے لیکن اس مہینوں کی جنگ نے ان کو بھی اس قدر پریشان کر دیا تھا کہ لڑائی کا دوپہر تک رہنا غنیمت معلوم ہوا۔

(۳۴)

اب بغیر کشتی کے پار جانا قطعی ناممکن ہے۔ اور بغیر پار جائے منزلِ مقصود پر پہنچنا معلوم۔ دوپہر ہو چکی۔ اور تھوڑی دیر بعد شام اور رات۔ اگر دن کے وقت پار کا انتظام نہ ہوسکا تو رات کو کیا ہوگا۔

یوسف۔ میں خود بھی پریشانی میں ہوں اور میرے خیال میں تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ ہم خدا کا نام لے کر گھوڑے دریا میں ڈالدیں۔

سفیرہ۔ تم بھی بعض دفعہ بچوں کی سی باتیں کرتے ہو، بھلا یہ سمندر الیا ہے کہ گھوڑے پار ہو جائیں۔

یوسف۔ کنارہ کچھ دور نہیں وہ دیکھو ٹاپو نظر آ رہا ہے وہیں سے طرابلس کا راستہ لو۔

سفیرہ۔ مگر وہاں تک پہونچنا بھی تو منھ کا نوالہ نہیں۔

یوسف۔ ہمت ہو تو ایا پہنچے۔

سفیرہ۔ اگر تمھاری یہی خوشی ہے تو خیر یہاں بھی تو ہم نرغہ میں ہی ہیں۔

یوسف۔ آؤ تو بسم اللہ۔

دونوں نے پانی میں گھوڑے ڈالدیے۔ یہ انکو معلوم نہ تھا کہ دونوں گھوڑے

مندری تھے۔ اور صرف اسی کام کے واسطے مخصوص تھے کہ پار لے جائیں۔ مشکل سے ایک گھنٹہ لگا ہوگا کہ یوسف اور سفیریہ ٹاپو میں تھے۔ یہاں پہنچکر دونوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور طرابلس کا راستہ لیا۔

آج چاندنی رات تھی۔ اور جنگل بیابان میں جہاں ہوا کے سناٹے کے سوا کوئی آواز نہ تھی۔ چاندنی بیتابانہ سفیریہ کے قدموں میں لوٹ رہی تھی۔ ہوا زلف سیہ کو چھیڑ چھیڑ کر ادھر اُدھر بکھیر رہی تھی۔ اور یہ کچھ ایسا پُر لطف منظر تھا کہ یوسف بھی بیتاب ہوگیا اور اس کی زبان سے نکلا۔

میں اپنے خدا کا کسطرح شکریہ ادا کروں کہ اس حسین مکھڑے کو مجھ جیسے وحشی کا مونس بنا دیا۔

سفیریہ کیا اب کوئی اور سودا ہوا

یوسف کیا غلطی ہوئی۔

سفیریہ حسن کیا معنی رکھتا ہے۔؟

یوسف۔ اسکی تفسیر سفیریہ مہ جبین طرابلس۔

سفیریہ۔ کیا بالکل ہوش جاتے رہے۔

یوسف۔ نشہ بہت تیز ہوگیا۔ مگر یہ صداقت کا نشہ ہے۔ جسمیں نفسانیت نہیں۔

سفیریہ۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں اس قسم کی باتیں نہ کرو۔

سفیریہ کو آج جاگتے ہوئے تیسری رات تھی۔ ادھر انکار ستے ہوا اطمینان ادھر ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ان پر یوسف کی محبت آمیز گفتگو۔ گلابی ڈورے آنکھوں میں دوڑ گئے اور نیند کے جھونکے آنے لگے۔ پچھلا پہر تھا کہ یوسف نے کہا یہ اطمینان کی جگہ ہے اور طرابلس یہاں سے زیادہ دور نہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ رسیلی آنکھوں میں نیند کا پیام آرہا ہے میں جاگ رہا ہوں تم تھوڑی دیر کے واسطے آرام کرلو۔

سفیریہ ۔ ضرورت تو ہے مگر مصلحت نہیں ۔

یوسف ۔ نہیں کوئی مضائقہ نہیں ۔

سفیریہ ۔ کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا ۔

یوسف ۔ اشد ضرورت ہے ایسا نہ ہو خدانخواستہ طبیعت ناساز ہو جائے ۔

یوسف کا اصرار جب حد سے بڑھ گیا تو سفیریہ مجبور ہوئی اور اس نے اپنا گھوڑا روکا سامنے ایک پرانی عمارت کا کھنڈر شاہانِ گزشتہ کا مرثیہ پڑھ رہا تھا ۔ دونوں وہاں پہونچے گھوڑوں کو درخت سے باندھ دیا اور سفیریہ ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئی ۔

ابر کا ایک ہلکا سا ٹکڑا آسمان پر نمودار ہوا ۔ اور تھوڑی دیر میں چاند کو آغوش میں لے لیا ۔ یوسف اس منظر میں منہمک تھا کہ ایک صحرائی درندہ سفیریہ کی پشت سے دھاڑا اور اسکی طرف لپکا ۔ یوسف یہ کیفیت دیکھتے ہی لپکا اور تلوار نکالکر درندہ کے سر پر جا پہنچا اب جانور نے سفیریہ کو چھوڑ کر یوسف کی طرف رُخ کیا ۔

یوسف پہلے سے ہوشیار تھا ۔ درندہ کی دہاڑ سے سفیریہ کی آنکھ کھل گئی تھی ۔ ادھر جانور نے حملہ کیا ۔ ادھر یوسف نے تلوار اس زور سے پیٹ میں بھونکی کہ خون کا دریا بہ گیا ۔ درندہ تلوار لئے چاروں طرف تڑپتا پھرتا تھا ۔ مگر تلوار نہ نکلتی تھی ۔ بے دم ہو کر پیچھے گرا تو یوسف نے قریب پہنچکر ایک وار اور کیا ۔ یہ پورا وار تھا کام تمام ہوا اور درندے نے وہیں دم توڑ دیا تو دیکھا شیر تھا ۔ سفیریہ نے یوسف کی مردانگی پر مرحبا کہا ۔ اور دبی زبان سے یہ بھی کہہ دیا کہ تم نے ناحق اپنی جان خطرے میں ڈالی ۔ میری جان جاتی تھی جانے دیتے ۔

یوسف ۔ کیا تمھارے بعد بھی زندگی کہلائی جا سکتی ہے ۔

سفیریہ ۔ ان باتوں میں کیا رکھا ہے ۔ میرا مذہب جُدا تمھارا جُدا ۔ میں کہاں تم کہاں اور تھوڑا سا ساتھ ہے ۔

یوسف ۔ خدا کا واسطہ مجھ بدنصیب پر رحم کرو ۔ اس زخم پر نمک نہ چھڑکو ۔

سفیرہ۔ اسمیں زخم اور نمک کا کیا واسطہ۔
یوسف۔ تم اسکو مجھ سے بہتر سمجھتی ہو۔

(۳۵)

خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی ایک درخت کے نیچے خاموش بیٹھے ہیں۔ مگر ان کے چہرے سے تفکر و انتشار کے آثار ظاہر ہیں۔ مسلمانوں کا ایک گروہ انکی خدمت میں حاضر ہوا اور سعد ابن موسیٰ نے عرض کیا :۔

امیر المومنین کو اسقدر فکر کی ضرورت نہیں خدا ہمارا مددگار ہے۔ اگر تقدیر میں شکست ہے تو عبداللہ بن سعد شہید ہو چکے ہونگے۔ ورنہ مجھے امید نہیں کہ مسلمان طرابلس میں شکست کھائیں۔ خیال فرمائیے کیسے کیسے جری اور شجاع ان کے ساتھ ہیں جنھوں نے آج تک کسی جگہ منھ نہ موڑا۔ وہ بھلا علیائیوں سے کیا بھاگیں گے۔

خلیفۂ وقت۔ مسلمانوں خلافت کا بار وہ بار ہے جس سے خلیفہ اول و دوم نے ہمیشہ پناہ مانگی۔ میرے دل پر جو کچھ گزر رہی ہے اسکا جاننے والا خدائے برتر کے سوا کوئی نہیں دن رات سوتے جاگتے گھر میں اور باہر اٹھتے اور بیٹھتے ان غریب مسلمانوں کی تصویر ہر وقت پیش نظر ہے جو محض حق کی حمایت میں اپنا وطن اور عزیزان سب کو چھوڑ کالے کوسوں پڑے ہوئے ہیں۔ آج تین مہینے سے زیادہ ہو گئے کہ انکی خبر تک معلوم نہیں ہوئی کہ کیا گزری اور کدھر ہیں۔

افریقہ کا غضبناک میدان اور ہولناک منزلیں وہ قیامت ہیں کہ آدمی کا قدم دھرتے پتہ دہلتا ہے۔ حق یہ ہے کہ ان ہی خدا کے نیک بندوں کی ہمت اور دل گردے تھے کہ منزل مقصود پر جا پہنچے۔ اتنے عرصہ میں ظاہر ہے کہ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے ہونگے اسوقت تک کوئی کمک ان کو نہ پہنچ سکی۔ خدا بہتر جاننے والا ہے۔ خود عبداللہ بن سعد کی خبر نہیں شہید ہو چکے یا زندہ ہیں۔ غریبوں کے پاس کچھ کھانے دانے کا بھی انتظام نہ تھا۔ کہ اس

سے بے فکر رہتے۔ بھلا طلیبائی دنیا ہماری جان کی دشمن ہے۔ تاہم لشکر چاروں طرف سے لوگ آ پہنچے ہونگے۔ اور سمٹ سمٹا کر غضبناک حملے شروع کر دیے ہونگے۔ اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ میں خود طرابلس روانہ ہوں۔ اور جو کچھ بھی مسلمان زندہ ہیں انکی کیفیت دیکھوں

امیر المومنین کا ارشاد ہوتے ہی لوگوں نے عرض کیا:۔

امیر المومنین ارشاد عالی کے سامنے ہماری مجال نہیں کہ دم مار سکیں۔ لیکن اتنا ضرور عرض کرینگے کہ خود آپ کا وہاں جانا قرین مصلحت نہیں۔ ہم میں سے ہر متنفس جاں نثار ان اسلام کی اعانت اور خدمت کو حاضر ہے۔

امیر المومنین۔ اگر تم میں سے کوئی اس خدمت کو انجام دے تو میں اپنا قصد ملتوی کر دوں

زبیر بن عوام۔ امیر المومنین یہ انکی خدمت و اعانت نہیں اپنی عاقبت کی فلاح ہے ہر قدم جو اس راستہ میں اٹھے گا راحت۔ اور ہر سانس جو اس منزل میں آئیگا نعمت ہوگا۔ اجازت ہو کہ میں اپنے بھائیوں کی مدد کو روانہ ہوں۔ جانتا ہوں کہ ریگستان کے درندوں سے گزرنا مصیبت ہے۔ راستہ خطرناک جنگل ہولناک اور منزل کٹھن ہے۔ مگر خدا مددگار رہے تو بیڑا پار ہے۔

امیر المومنین نے اٹھ کر زبیر کو گلے لگایا اور دعا دیکر رخصت کیا۔

یہ بھی عجیب نازک وقت تھا۔ زبیر ابن عوام گھوڑے پر سوار ہو کر قریش کے سامنے آئے اور کہا۔ بھائیو میں اس فانی دنیا کو چھوڑ کر خدا کی طرف جاتا ہوں۔ اگر تم میں سے کوئی اس راستہ میں میرا ساتھ دے تو جنت کی طرف چلے۔ رسول اکرم کے چہرہ مقدس کی زیارت کرنی ہو تو اٹھو، اور طرابلس کی طرف بڑھو۔ عبداللہ بن سعد اور مسلمانوں کی جمعیت ان مسلمانوں کی جو محض خدا اور اُسکے رسول کا نام لینے والے ہیں عیسائیوں کے نرغہ میں پھنس گئی۔ اور کسیکو خبر نہیں کہ ان کا کیا حشر ہوا قریش کے مختصر آدمی جو اسوقت موجود تھے ابن عوام کی تقریر سے اُن کے دل لرز گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم خوش نصیب ہیں کہ ہم کو زندگی میں یہ موقعہ میسر آرہا ہے کہ اسلام کی خدمت بجا لائیں ہم سر آنکھوں سے چلیں گے اور خدا کے نام پر قربان ہونگے۔

اتنا سنتے ہی زبیر نے اپنا گھوڑا بڑھایا اور صرف اتنا کہا وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ زیادہ دیر لگائیں ۔ بسم اللہ کرو اور جسکو چلنا ہے چلے ۔

مسلمانوں کا یہ مختصر دستہ زبیر ابن عوام کی سرکردگی میں روانہ ہو کر طرابلس چلا ۔ راستہ کی ایذاؤں نے انکی جان پر بنا دی ۔ پانی اور کھانے کو ترس گئے ۔ لُو کے گرم تھپیڑوں نے جھلسا دیا ۔ لیکن کلمۂ توحید پڑھتے چلے جا رہے تھے ۔ یہاں تک کہ ریستان کا خوفناک راستہ طے کیا ۔ اور منزل مقصود انکے سامنے تھی ۔

(۳۶)

یہ یقینی امر ہے کہ مسلمان عنقریب ہمارے قدموں میں گر کر اپنا پیچھا چھڑائیں گے ۔ لیکن ہمارا کام اب یہ ہے کہ ایک مسلمان طرابلس سے زندہ نہ جانے پائے ۔ انکی ہمتیں ٹوٹ اور جی چھوٹ گئے ۔ روز بروز اور لمحہ بہ لمحہ انکی حالت بدتر ہو رہی ہے ۔ ابتک وہ حملہ آور کی حیثیت سے کام کر رہے تھے مگر اب وہ وقت ہے کہ ان کو جان کے لالے پڑ گئے ۔ اب خداوند کا جو حکم ہو اُسکی تعمیل کی جائے ۔ یہ فتح صرف خداوند کی دُعا سے میسر آئی ہے ۔ ورنہ ایک لاکھ کے قریب یونانیوں کا لشکر ان ہی لٹیروں نے برباد کر دیا ۔ اور گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیا ۔

خداوند ۔ گرگوری افسوس اس امر کا ہے کہ سفیریہ اس پریشانی میں ہاتھ سے نکل گئی ۔ تم کو مناسب تھا کہ جب تم نے مجھ سے مہلت لی تھی تو وقت پر اسکو یہاں حاضر کر دیتے اسکے جانے سے بہت سی خرابیاں پیدا ہونگی ۔ اگر وہ یوسف کے قبضے میں پہنچگئی تو اور بھی شرم کی بات ہے ۔ میں اسوقت تم سے صرف یہ سوال کرتا ہوں کہ تمھارے وطن کی وہ ہستی جس کا مثل آج دنیا میں موجود نہیں ایک مسلمان کی ملکیت ہو ؟

گرگوری ۔ خداوند لقینیاً غلطی ہوئی کہ اس لڑائی کے چکر میں دنیا و مافیہا کو بھول گیا ۔ اور سفیریہ کا مطلق ہوش نہ رہا ۔ ہم نے ایک غلطی یہ بھی کی کہ یوسف کمبخت کو کس قسم کی سزا نہ دی اور وہ نامنجار اچھا بھلا زندہ سلامت ہمارے قبضہ سے نکل گیا ۔ اگر خداوند از راہ خداوندی اس کا

کچھ بھی اتا پتا بتادیں تو وہ جہاں ہو وہیں سے اُسکے نکلوانے کی کوشش کروں مسلمان تو صبح و شام میں رفو چکر ہونے والے ہیں پرسوں تو چھ سات گھنٹہ مقابلہ کیا۔ مگر کل چار ہی گھنٹہ میں ہار گئے اور آج تو وہ مشکل سے دو گھنٹہ ٹھیرے ہونگے۔

خداوندار۔ سفیرہ تمھارے دامن پر ایک دھبہ ہوگی۔ تم نے غلطی کی وہ غلطی جسکی کوئی تلافی نہیں ہوسکتی ،

(۳۷)

عبداللہ! یہ اسلام کی شان نہیں کہ ایک شخص جو کلمۂ توحید پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور اپنا بھائی بنا۔ جس نے سخت سے سخت مصیبتیں بھگتیں۔ اور تکلیفیں اٹھائیں مگر اپنی صداقت سے الگ نہ ہوا۔ آج اس سے اس طرح غافل ہوجاؤ۔ گو تمھارا اسکا کوئی واسطہ نہیں۔ کیا یوسف جیسے عزیز کی خدمات کا معاوضہ یہی ہونا چاہیے؟! اس نے جیسی کڑیاں جھیلیں اور جو جو کام کیے وہ ہمیشہ تاریخ کے صفحہ پر روشن رہیں گے۔ نہ معلوم زندہ ہے یا مرگیا۔ اگر وہ زندہ ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ کس حال میں ہے اور اس پر کیا گزری۔

سعد۔ میں نے ایک لمحے کے واسطے اسکی خدمات کبھی فراموش نہیں کیں۔ ہر وقت اسکی یاد میرے سینہ اور کلیجہ پر موجود ہے۔ مگر عقل کام نہیں کرتی کہ اسکا کیونکر پتہ لگاؤں۔

طرابلس میں ہمارا داخلہ مطلق ناممکن اگر بھیس بدلکر بھی پہنچوں تو سوا اس کے کہ جان بوجھ کر دشمن کے قبضہ میں جا پھنسوں اور کیا حاصل۔ مجھکو جو حکم ہوا اسکی تعمیل کی جائے۔ میں اس کوشش میں اپنی قربانی باعثِ فخر خیال کرونگا۔

عبداللہ۔ میں خود اس معاملہ میں پریشان ہوں اور باوجود غور و خوض کے اتبک نہ سوچ سکا کہ یوسف کا پتہ کس طرح چل سکتا ہے۔ اور یہ بھی تو نہیں معلوم کہ وہ طرابلس میں موجود ہے یا نہیں

سعد۔ طرابلس میں موجود ہوتا تو ضرور کسی نہ کسی وقت دن کو رات کو۔ چوری چھپے آکر کچھ حالات بیان کرتا۔

عبداللہ۔ اسکو یہاں آئے ہوئے ایک ہفتہ سے زیادہ ہوگیا۔ گزشتہ جمعہ کو نماز میں بیچ

تھا اور تمام کیفیت بیان کردی تھی۔ جس کھڑکی کے راستہ سے وہ آتا ہے اُسی سے لاؤ میں اندر داخل ہو کر اس کا پتہ لگاؤں ۔

سعد ۔ میں اس رائے سے متفق نہیں ہم اندر جا کر کیا کریں گے ۔ کسی سے دریافت نہیں کر سکتے ۔ کہیں ٹھیر نہیں سکتے ۔

عبداللہ ۔ ہاں یہ تو درست ہے ۔

(۳۸)

آفتاب غروب ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ یوسف اور سفیر یہ طرابلس کی حدود میں داخل ہوئے ۔ دونوں خاموش تھے ۔ اور علٰحدہ علٰحدہ مختلف خیالات میں منہمک کہ سفیر نے آنکھ اٹھا کر یوسف کی طرف دیکھا اور کہا :۔

ہمارا اس طرح آزادانہ طرابلس میں داخل ہونا مناسب نہیں ۔ ابھی دن ہے اور لوگ ہم کو یقیناً پہچان لیں گے ۔ گرفتاری یقینی اور مصیبت ظاہر ۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں کسی جگہ قیام کریں اور جب رات ہو جائے اسوقت آگے بڑھیں ۔ مگر ہاں ہم طرابلس پہنچکر اب کیا کریں گے ۔

یوسف ۔ طرابلس میں پہنچنا تو ضروری ہے کیونکہ محبوبہ کو لشکر اسلامیہ میں جانا ہے ۔ ایک ہفتہ سے زیادہ ہوا کہ مجھے وہاں کے کچھ حالات معلوم نہیں ہوئے ۔ ہاں تمھاری رائے درست ہے کہ ہم ابھی یہیں رہیں ۔ اور رات ہو جائے تو شہر میں داخل ہوں ۔

گفتگو یہی ہو رہی تھی کہ چند مسلح آدمی آگے دکھائی دیے ۔ اور سفیر نے کہا کہ دیکھو یہ دستہ ادھر ہی آرہا ہے ۔

یوسف ۔ ہاں آتو رہے ہیں خدا خیر کرے ۔ مگر بہت دور ہیں ۔ انھوں نے ابھی ہم کو پہچانا نہیں ۔ ممکن ہے ہماری تلاش میں ہوں ۔

دونوں نے گھوڑے بڑھا دیے اور ان کے مسلح دستہ نے بھی زور سے تعاقب

کیا۔ اب آفتاب غروب ہوچکا تھا۔ اور گو قمری مہینے کی وسطی تاریخیں تھیں۔ مگر ابھی چاند پوری طرح طلوع نہوا تھا کہ دستہ سر پر آپہنچا۔ اور ایک شخص نے للکار کر کہا کہ دونوں ٹھہر جاؤ، مگر یوسف گھوڑا دوڑائے چلا جا رہا تھا۔ اسکے پیچھے سفیریہ تھی۔ کچھ خوف دہراس تھا کچھ تاریکی دونوں بچھڑ گئے۔ سفیریہ ایک طرف اور یوسف دوسری طرف۔ مسلح دستہ بھاگم بھاگ چلا جا رہا تھا۔ مگر تاریکی نے انکی کوششیں ناکام کر دیں۔ تاہم دونوں بچھڑے ہوؤں کو یقین ہو گیا کہ ایک گرفتار ہو کر دشمن کے پاس پہنچ گیا۔

(۳۵)

تھکے ہارے مسلمان گھنٹوں کا راستہ لمحوں میں طے کرتے اڑے چلے جا رہے ہیں بھوک سے پریشان اور پیاس سے حیران ہیں کوسوں دانہ اور پانی کا پتہ نہیں۔ مگر عزم بالجزم میں کسیطرح فرق نہیں آتا۔ رات کا خیال ہے نہ دن کا۔ بھوک کا فکر ہے نہ نیند کا۔ مارا مار سفر طے کر رہے ہیں زبیر ابن عوام نے ایک پڑاؤ پر بعد نماز عصر قریش سے خطاب کر کے کہا:۔

مسلمانوں اس سفر میں جو تکلیفیں ہم نے اٹھائیں اس کا بدلہ خدا کے سوا اور کون تم کو دینے والا ہے۔ تم نے بھوکے رہ کر پیاس کی اذیتیں اٹھا کر جنت مول لی۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ رسول اللہ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کو چلو۔ اور طرابلس میں کرلو۔ اب میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ جنت تمھاری صورتوں کی مشتاق ہے۔ اور خود خدا کا پیارا تمھارے واسطے آپ کو تڑپئے کھڑا ہے۔ تم نے قریب قریب تمام مصیبتیں اٹھالی۔ اب تمھاری تکلیفوں کا خاتمہ ہے۔ طرابلس کی شہر پناہ ہماری آنکھ کے سامنے ہے اور ہم عنقریب اپنے ان بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہیں جو بے یار و مددگار اس سرزمین پر پڑے ہیں۔ مسلمانو ہمت میں فرق نہ آئے۔ اور جس ثابت قدمی سے یہانتک پہنچے ہو اُسی استقلال سے دشمن کو بھگا دو، مسلمان اپنی بات کے مقابلہ میں جان کی پروا نہیں کرتے۔ اور خدا کے نام پر دل سے قربان ہوتے ہیں۔ میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم اپنے دور افتادہ بھائیوں تک پہنچے۔ اور بہت جلد وہ نورانی صورتیں دیکھنے والے ہو جو

اسلام کی حمایت میں یہاں پڑی ہوئی ہیں۔ زبیر ابن عوام کی تقریر ختم ہوتے ہی لوگوں نے کہا قسم ہے اُس خدائے رب العزت کی جسکے قبضہ قدرت میں ہماری جانیں اور ایمان ہیں کہ اس سے زیادہ خوشی کا وقت عمر بھر نہ دیکھا جو آج ہمکو اُسکے فضل و کرم سے میسر آ رہا ہے۔ ہمارے دل شوقِ جنگ میں اور ہماری آنکھیں اشتیاقِ ملاقات میں تڑپ اور پھڑک رہی ہیں۔ اب تاب انتظار باقی نہیں جلدی کیجئے اور منزلِ مقصود پر پہنچئے۔

گو مسلمانوں کا اصرار حد سے بڑھ رہا تھا مگر زبیر ابن عوام نے مناسب سمجھا۔ اور مصلحت یہ تھی کہ رات کا پڑاؤ اور کر لیں اور نماز فجر کے بعد روانہ ہوں۔ مجبوراً سب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور وہیں قیام کیا۔

(۴۰)

رات کے دو بجے تھے۔ اور مسلمان فوج کنارِ دریا پر طرابلس کی شہر پناہ کے نیچے بے خبر پڑی سو رہی تھی۔ کہ پہرہ دار کسی کے قدموں کی آواز سنکر چونکا۔ اور جاسوس کے ساتھ اس طرف چلا آنے والا تیز رفتاری سے بڑھ رہا تھا۔ اور پہرہ والا اِدھر اُدھر چھپ چھپا اور بچ بچا اس تک پہنچنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ تا آنکہ پہرے والا ایک کونہ میں بیٹھا دیکھتا رہا کہ یہ جاسوس کیا کرتا ہے۔ مگر گھنٹہ بھر سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔ جاسوس نے کوئی خاص کارروائی نہ کی۔ اب پہرہ دار نے روکا۔ اور تلوار ہاتھ میں سے سر پر پہنچکر کہا ہتھیار رکھدے۔

جاسوس۔ مجھے ہتھیار رکھنے میں عذر نہیں مگر میں دشمن نہیں ہوں۔

پہرہ دار۔ اگر فوراً ہتھیار نہیں رکھتا تو ابھی وار کرتا ہوں دوبارہ نہ کہونگا فوراً ہتھیار رکھدے۔

جاسوس نے ہتھیار اُتار کر آگے رکھدیے اور کہا میں دشمن نہیں ہوں۔

پہرہ دار۔ ایسی ترکیبیں گرفتاری کے وقت تم لوگ ہمیشہ کرتے ہو۔ ہم نے تمھاری غداریاں بہت دیکھی ہیں۔ اب سیدھے سپہ سالار کی خدمت میں چلو۔

پہرہ والا جاسوس کو لے کر عبداللہ ابن سعد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ نماز کا وقت

قریب تھا۔ اس لیئے حکم ہوا کہ بعد نماز جاسوس پیش کیا جائے۔

نماز سے فراغت پانے کے بعد پہرہ دار نے جاسوس کو حاضر کیا۔ اور کہا میں نے اسکے ہتھیار رکھوالیئے۔ لیکن یہ تعجب تھا کہ اس نے ہتھیار دینے میں بہت دلیل نہ کی۔

عبداللہ بن سعد۔ کیا تو اپنے جاسوس ہونے کا اقرار کرتا ہے۔

جاسوس۔ میں جاسوس نہیں ہوں۔

عبداللہ بن سعد۔ پھر کیوں آیا تھا؟

جاسوس۔ ایک خاص مقصد کے واسطے۔

عبداللہ بن سعد۔ وہ مقصد کیا تھا۔؟

جاسوس۔ اسکے بیان کرنے سے مجبور ہوں۔

عبداللہ۔ تجھ کو معلوم ہے کہ عنقریب موت کی سزا تیرے واسطے تجویز ہوتی ہے۔

جاسوس۔ ہاں جانتا ہوں لیکن وجہ پھر بھی نہ بتاؤنگا۔

عبداللہ متعجب ہوئے اور اس سے کہا۔ یاد رکھ میں عنقریب تیری موت کا حکم دینے والا ہوں۔ اگر تو سچا ہے اور جاسوس نہ تھا تو آنے کی وجہ بیان کر۔

جاسوس۔ میں ایک مسلمان کی تلاش میں تھا۔ اگر یہ وجہ قابلِ یقین ہے تو اعتبار کیجیئے اور اگر نہیں تو قتل کیجیئے۔

عبداللہ۔ تیرے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟

جاسوس۔ ثبوت کچھ نہیں صرف میرا بیان۔

عبداللہ۔ یہ تو کافی نہیں۔

عبداللہ۔ اچھا کچھ دشمن کا پتہ دے۔؟

جاسوس۔ مجھے وہاں کا مفصل حال معلوم نہیں۔

عبداللہ۔ تو یوسف سے واقف ہے کچھ اس کا حال بتا کہ وہ کس رنگ میں ہے؟

جاسوس - اس پر طرح طرح کے ظلم ٹوٹے اور ستم ہوئے - مگر کل شام تک وہ زندہ تھا - لیکن میرا خیال ہے کہ وہ کل گرفتار ہو گیا اور اب زندہ نہ رہے گا -

عبداللہ - تیرا کیا نام ہے ؟

جاسوس - میں اسکے بتانے سے مجبور ہوں -

عبداللہ - تیری گفتگو سے اسوقت تک کوئی پتہ نہ چلا کہ تو کس غرض سے آیا - اب اسکے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ تو یقینی جاسوس تھا اور تیری غرض صرف ہمارا کھوج لگانا تھا تم لوگ مکار ہو صداقت تم سے کوسوں دُور ہے کوئی وجہ نہیں کہ میں تیری بات کا اعتبار کر لوں - اور سزائے موت نہ دوں -

جاسوس - اگر تمھاری یہی رائے ہے تو اچھی بات ہے -

عبداللہ - لیکن واقعہ کا اظہار اب بھی نہیں کر سکتا - حبیب یوسف کی گرفتاری کسطرح ہوئی

جاسوس - طرابسی اسکی جان کے دشمن ہیں - اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا استقلال ایسا نہ تھا کہ وہ زندہ چھوڑا جاتا - وہ دو تین مرتبہ موت کے منہ سے بچا - تیدسے کیا گا - شیر کے منہ سے وہ بچا - میدان مقابلہ میں وہ زندہ رہا - اب اسکی زندگی آسان نہیں -

عبداللہ - تو کیا وہ اب اُن کے قبضہ میں ہے -

جاسوس - ہاں -

عبداللہ - تو اس کا دوست ہے یا دشمن -

جاسوس - میں اسکا دوست تو نہیں - مگر دشمن بھی نہیں ہوں -

عبداللہ - تیرا ہر فقرہ اور ہر بات ایک معمہ ہے - معلوم ہوتا ہے کہ تو زندگی سے بیزار اور موت کا خواستگار ہے -

عبداللہ بن سعد نے اور آدمیوں سے مشورہ کیا - اور سب کی رائے یہی ہوئی کہ ابھی قتل درست نہیں - بہتر ہوگا کہ ابھی ملتوی کیا جائے -

اس مشورے سے ابن سعد نے بھی اتفاق کیا اور جاسوس کا قتل ملتوی ہو گیا۔

(۴۱)

یہ تمام شورش تمام فساد تمام مصیبت اور تمام آفت جو ہمارے سر آئی تیری اور صرف تیری وجہ سے۔ یہ تو نوشن چکا کہ سفیر کے بل بوتے پر تو تیرا تہاوہ کل قتل کر دیگئی۔ اب تو بھی قتل کیا جاتا ہے تاکہ یہ فتنہ کسی طرح فرو ہو۔

اتنا کہہ کر گرگوری نے سپاہیوں سے کہا لے جاؤ اسکو اور رات بھر حراست میں رکھ علی الصباح اسکو قتل کر دو اور اسکا سر خداوند کی خدمت میں پیش کرو،

یوسف ۔ میں موت سے پہلے ڈرا نہ اب مجھ کو کسی قسم کا خوف ہے۔ لیکن میں ایک دفعہ اور تم سب کو راہ راست پر بلاتا ہوں۔ اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔

ابھی یہ فقرہ ختم نہ ہوا تھا کہ چاروں طرف سے لات گھونسے اور تھپڑ اس زور سے پڑے کہ یوسف چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ اسکے گرنے پر بھی ظالموں کی مار ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک سپاہی یوسف کے چھوٹے بھائی کو لے کر حاضر ہوا۔ اور کہا یہ موجود ہے۔

گرگوری ۔ اسلام نے تجھ کو جو دن دکھایا وہ تو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ جو گت تیری ہوئی خدا نہ کرے کہ دشمن کی بھی ہو۔ خداوند کا تثلیث سے منحرف ہو کر یہ وقت دیکھا۔ اگر اب بھی تو اپنی حرکتوں سے باز آ جائے اور اسلام کو چھوڑ کر راہ راست پر آ جائے تو خیر ورنہ تیرا اس تیری ماں تیرے کرتوتوں سے پہنچی وہیں یہ بھائی بھی پہنچایا جائیگا۔

یوسف ۔ جس راستہ میں ماں قربان ہوئی وہ ایسا پر لطف ہے کہ ایک ماں کیا اگر میں خود بھی ہزار دفعہ پیدا ہوں اور مارا جاؤں تو علین سعادت ہے۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ یہ معصوم بے گناہ ہے۔ مجرم میں ہوں میں تیرے خداوند سے منحرف و برگشتہ ہوں۔ اس بے گناہ بچے نے کیا کیا کہ تو اسکے قتل پر آمادہ ہے۔

گرگوری ۔ یہ صحیح ہے کہ یہ بے گناہ ہے۔ لیکن تیرا گناہ وہ گناہ ہے کہ تیرے تمام

خاندان کا قتل بھی اسکی کافی سزا نہیں ہوسکتی۔

یوسف ۔ اگر تیرا ستم اسکو روا رکھتا ہے تو شوق سے اپنی خواہش پوری کر۔ مگر اچھی طرح سمجھ لے کہ یہ طاقت جو تجھ کو ہے ہمیشہ رہنے والی نہیں۔

گرگوری ۔ تو ان ہی خبطوں میں خوش ہے۔ اور نہیں جانتا کہ جب تک خداوند کا تھلیٹ کا سایہ طرابلس کے سر پر موجود ہے۔ ہمارا بال بیکا نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں کا اس جنگ میں جو حشر ہوا وہ تجھ کو معلوم ہے۔

یوسف ۔ حشر کیا ہوا وہ تمھاری جمعیت سے بھاگنے والے نہیں۔

گرگوری ۔ وہ آج تین چار روز سے گریہ وزاری کر رہے ہیں۔ ان کا بڑا حصہ فنا ہوچکا جو چند نفس باقی ہیں وہ قدموں میں گر رہے ہے۔ اور صلح کے خواستگار ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچیگا۔

یوسف ۔ تو جھوٹا ہے وہ مر جائیں گے اور تیری طرف رُخ نہ کریں گے۔

اب گرگوری نے یوسف کے چھوٹے بھائی کو ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس گھسیٹا۔ رات کا پہلا پہر ختم ہوچکا تھا اور ایک آٹھ برس کا بچہ جو نیند کے جھونٹے لے رہا تھا اس مصیبت میں سفاک بادشاہ کا منھ دیکھنے لگا۔ گرگوری نے طیش میں آکر دو تھپیڑ اسکے منھ پر مارے اور کہا:-

دیکھ او نابخیار یوسف دیکھ۔

یہ کہہ کر گرگوری کے ہاتھ میں خنجر بیدار چمکا۔

یوسف ۔ گرگوری اپنے فیصلہ پر غور کر مجرم میں ہوں یہ نہیں۔

گرگوری ۔ میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ تمام خاندان کا قتل بھی تیرے قتل کی کافی سزا نہیں۔

یوسف ۔ بسم اللہ کر اور یقین کر کہ اس دلمیں اسوقت تشکر اور مسرت کا دریا لہریں لے رہا ہے یوسف کی آنکھیں بھائی کے چہرہ پر تھیں۔ کہ سنگدل گرگوری نے معصوم کو ذبح کر دیا اور کہا:-

اعلان کردو کہ صبح کو کنارِ دریا پر یوسف قتل کیا جائیگا۔

(۴۲)

مسلمان تھک کر چور ہو گئے حملہ کرتے کرتے انکی ہمتیں چھوٹ گئیں۔ مگر طرابلسی قدم پیچھے نہ ہٹا۔ ہر چند مسلمانوں نے زور لگایا۔ مگر کسیطرح کامیابی نہ ہوئی۔ خرابی اب یہ اور بھی پڑی تھی کہ خود عبید اللہ کی ہمت پست ہو گئی اور انھوں نے تمام فوج کو جمع کرکے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئیے۔ محاصرہ ناکام اور حملہ بے سود۔ طاقت روز بروز کم ہو رہی ہے اور اگر اسوقت عیسائی باہر نکل آئے تو تعجب نہیں وہ میدان مارلیں۔ اسوقت بعض کی رائے یہ ہوئی کہ رات کو خاموشی کے ساتھ بھاگ جائیں۔ بعض کا خیال ہوا کہ فرار ہمیشہ کے واسطے اسلامی تاریخ کو بدنما کردیگا۔ اکثر کا خیال ہوا کہ امیر المومنین کی خدمت میں اطلاع دینی چاہیئے کہ جسقدر جلد ممکن ہو کمک روانہ کریں۔ مگر راستہ اسقدر دشوار اور ٹیڑھا تھا کہ یہ خیال بھی با سانی پورا نہ ہو سکتا تھا۔ عیسائی اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ مسلمانوں کی تعداد روز بروز گھٹ رہی ہے۔ کئی ہزار کام آچکے ہیں اور اشد ضرورت ہے کہ ہم خود باہر نکل کر کسی روز حملہ کریں۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ مسلمان خوابِ غفلت میں تھے کہ عیسائیوں کا ٹڈی دل لشکر آپڑا۔ یہ شبخون یقیناً لڑائی کا فیصلہ کردیتا رات اندھیری تھی اور دشمن کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں دگنے سے زیادہ تھی۔ مگر مسلمانوں کی خوش قسمتی سے اندھیرے نے ان کی اعانت کی اور خود اپنی ہی فوج کو دشمن سمجھ کر عیسائیوں نے قتل کرنا شروع کیا۔ رات بھر یہ قتلِ عام ہوتا رہا۔ مسلمان اگرچہ مقابلہ میں کمی نہ کر رہے تھے مگر ان کی تعداد اسقدر کم تھی کہ وہ کیسا بھی زبردست مقابلہ کرتے شکست یقینی تھی۔ جب رات کی تاریکی شعاعِ آفتاب نے دور کی تو عیسائیوں کو معلوم ہوا کہ خود انہوں نے اپنی صفیں کاٹ دیں اور جسکو دشمن سمجھ رہے تھے وہ دستہ نہیں خود ہی تھے۔ نصف سے زیادہ لشکر اپنے ہی ہاتھوں برباد ہوا۔ اس غلطی نے عیسائیوں کے چھکے چھڑا دیے جدھر نظر ڈالتے تھے میدان عیسائی لاشوں سے

پٹا پڑا تہا ۔ اسوقت مسلمانوں کی ہمت بڑھی اور وہ اللہ اکبر کہہ کر آگے بڑھے ۔ عیسائی کچھ تو اپنی غلطی سے پریشان تھے ۔ کچھ اسوقت کا حملہ اس بے جگری سے کیا گیا کہ پاؤں اکھڑ گئے ۔ اور بھاگے ۔ مسلمانوں نے اسوقت سے فائدہ اٹھایا اور پیچھا کیا ۔ مگر سپاہی دروازے میں پہنچکر ٹھٹکے اور کچھ دیر مقابلہ کرنے کے بعد دروازہ بند کر خاموش ہو گئے ۔

عبداللہ بن سعد کی ہمت اس واقعہ نے بڑھادی ۔ لیکن وہ اس اعلان سے بیخبیر نہ تھے کہ صرف میرے سر کے واسطے گرگوری نے یہ کچھ انعام مقرر کر رکھا ہے ۔ اس لیئے گو ضرورت تھی کہ مسلمان اندر گھس جائیں لیکن آج کے معرکے نے انکو اچھی طرح یقین دلا دیا تہا کہ انعام کے لالچ میں ہر عیسائی صرف سپہ سالار کے سر کا خواستگار تہا ۔ اس لیئے مصلحت نہ سمجھی اور مسلمان بھی اپنے مقام پر آ گئے ۔

آج دوبارہ جاسوس ابن سعد کی خدمت میں پیش کیا گیا ۔ گمان غالب یہ تہا کہ جاسوس کا مقصد صرف ابن سعد کا سر کاٹنا تہا ۔ مگر آج جسوقت عبداللہ نے اس سے کہا کہ تو اگر اس غرض سے آیا تہا کہ میرا سر علحدہ کر دے تو تیری ناکامیابی قابل افسوس ہے ۔ کیا یہ ٹھیک نہیں کہ تو اپنی مفصل سرگذشت بیان کر دے تو اس نے جواب دیا ۔

یہ میرے اوپر الزام ہے کہ تم ایسے ایسے خیالات پیدا کرتے ہو کیا اسلام اسی کا نام ہے کہ سچے آدمیوں کو بدنام کرو ۔

ابن سعد ۔ اگر ہم کو یہ یقین ہو جاتا کہ تو مسلمان ہے تو ہم کو تیری طرف سے بدظن ہونے کی ضرورت نہ تھی ۔

جاسوس ۔ کیا مسلمان کے سوا ہر شخص دنیا میں جھوٹا ہے ۔

عبداللہ ۔ یہ مطلب نہیں ہے بلکہ مسلمان پر ہم کو پورا بھروسہ ہے اور تو مسلمان نہیں ۔

جاسوس ۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اگر مسلمانوں کا دوست نہیں تو انکا دشمن بھی نہیں ہوں

عبداللہ ۔ یہ کیا معمہ ہے تو اسکو صاف کیوں نہیں کرتا ۔ اس شبخون میں عیسائیوں کی

شکست سے تجھ کو رنج ہوا؟

جاسوس - رنج نہیں تو خوشی بھی نہیں ہوئی -

عبداللہ - پھر وہی پیچیدہ گفتگو - بندۂ خدا معاملہ کو صاف کر - ہم سلمان لوگ ہیں - پھیر کی باتیں نہیں سمجھتے -

جاسوس - میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر کہتا ہوں کہ میں خود ایک راز ہوں میرے اس کہنے کا یقین کیجیے کہ میں دشمن نہیں -

آج پھر عبداللہ نے سب سے مشورہ کیا اور یہی صلاح ہوئی کہ جاسوس کے قتل میں اور انتظار کرنا چاہیئے - اور اسوقت تک ملتوی رکھیں جب تک معاملہ طے ہو -

(۴۳)

اب رات کے ختم ہونے میں چند گھنٹے باقی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ آج کا آفتاب میری موت کا پیش خیمہ ہے - افسوس یہ ہے کہ میرے پاس اسوقت کوئی ہتھیار نہیں کہ ان دونوں پہرہ داروں کا مقابلہ کروں - اور اگر موت مقدر ہے تو بجائے وہاں کے یہاں مروں - مگر افسوس میری تقدیر کہ نہ معلوم یہ حسین سفیرہ کس مصیبت میں ہے - وہ یقیناً دشمنوں کے قبضہ میں ہے اور قتل کی گئی - لیکن اب میں زندہ رہ کر کیا کرونگا -

اتنا کہنے کے بعد کچھ ایسا جوش یوسف کے دل میں اٹھا کہ اس نے خاموشی کے ساتھ ایک پہرے والے کو نیچے دبا کر اسکا خنجر چھینا - اور جب تک دوسرا اس کے مقابلے کے واسطے بیدار ہو سخت مقابلے کے بعد اُسے قتل کیا -

دوسرا پہرہ والا یہ کیفیت دیکھ کر چاہتا تھا کہ چیخ کر دوسرے آدمیوں کو اپنی مدد کے واسطے بلائے کہ یوسف نے اسکے بھی خنجر مارا اور اس سے پہلے کہ وہ آواز نکالے اسکا گلا گھونٹ کر اسوقت تک دبائے پڑا رہا جب تک کہ وہ بھی ختم ہو - دونوں کے قتل کے بعد اب یوسف باہر نکلا - وہ خوب سمجھتا تھا کہ اگر جھونپڑوں بھی کسی نے مجھ کو دیکھ لیا تو

ایک آفت برپا ہو جائیگی - آفتاب نکل چکا تھا اور یوسف ابھی حدودِ طرابلس سے باہر نہ پہنچا تھا - دن بھر ایک غار میں چھپا بیٹھا رہا - جب آفتاب غروب ہو چکا ہے تو باہر آیا - اور شہر میں داخل ہوا دیکھتا کیا ہے کہ تمام شہر پر سناٹا چھایا ہوا ہے - اور ہر شخص فرار یوسف کے چرچے میں مصروف ہے - گرانقدر انعام مقرر کیئے گئے ہیں ، اور چاروں طرف لوگ اسی کوشش میں بھاگ دوڑ رہے ہیں - کہ کسیطرح یوسف کو گرفتار کریں -

ایک جگہ اس نے دیکھا کہ آدمیوں کا ٹھٹ لگا ہوا ہے اور خود بادشاہ گرگوری مسلح آدمیوں کے دستہ کو ساتھ لیئے باواز بلند کہہ رہا ہے - صبح ہی ہم نے چاروں طرف ناکہ بندی کردی تھی - اور یہ واقعہ ہے کہ مکار اب تک طرابلس میں موجود ہے - شرم کی جگہ اور افسوس کا مقام ہے کہ تم لوگ اب بھی اسکی گرفتاری میں مجبور رہو -

یوسف نے یہ الفاظ اپنے کان سے سنے اس نے سب سے پہلے تیمم کیا اور اسکے بعد عشا کی نماز پڑھ کر خدا سے التجا کی کہ معبودِ حقیقی تیرے حکم کے آگے کسکی مجال ہے کہ سرتابی کرسے - لیکن اسقدر آرزو ضرور ہے اور تیرے سوا کون ہے جس سے عرض کروں کہ مسلمانوں کی فتح اپنی آنکھ سے دیکھ اور کان سے سن لوں تاکہ طرابلس والوں کو معلوم ہو جائے کہ جھوٹا خداوند مکار کا تھیسٹ فرضی خدا تھا -

گڑگڑا گڑگڑا کر یوسف نے یہ التجا کی اور اس سے فارغ ہو کر آگے بڑھا اسکی صورت میں اب بھی کوئی تغیر نہ تھا - چاہتا تھا کہ کسیطرح شہر پناہ کے قریب پہنچ جاؤں - اس کوشش میں اسکو کامیابی ہوئی - اور وہ وہاں پہونچا - جہاں طرابلسی فوج کے ڈیرے پڑے ہوئے تھے

یہاں پہنچکر یوسف ٹھٹکا اور سمجھ گیا کہ اب ایک قدم بھی اٹھانا موت کے منھ میں جانا ہے ہر شخص نہیں تو ان میں اکثر ایسے ہونگے جو میری صورت سے اچھی طرح آشنا ہیں - مگر اس صورت میں کہ میں خود زندگی سے بیزار ہوں مجھ کو احتیاط کی کیا ضرورت ہے - میرا عقیدہ ہے کہ بعد موت پاک روحیں اپنے عزیزوں سے ملتی ہیں اور یہی میرے مذہب مقدس کی تلقین ہے

مجھے اس موت میں وصلِ یار میسر آئیگا ۔ پھر کیوں ڈروں ۔ اور بھاگوں کس لیئے ۔ یہ قصد مصمم کرنے کے بعد یوسف کھڑکی کی طرف آیا اور خدا کا نام لے کر کھڑکی میں داخل ہوا ۔ یہاں کوئی پہرہ والا نہ تھا ۔ مگر ایک شخص تھوڑے فاصلہ پر کھڑا تھا ۔ جس نے یہ واقعہ دیکھا اور اسکے پیچھے پیچھے وہ بھی اندر داخل ہوا ۔ کھڑکی میں اندھیرا گھپ تھا ۔ مگر قدموں کی آہٹ پاکر یوسف رُکا اور ایک جگہ ٹھہر گیا ۔ متلاشی انسان اپنی دھن میں آگے نکل گیا ۔ اور لپکا کہ کہیں اُجالا ہوتے ہی ملزم کو گرفتار کروں ۔ مگر جونہی وہ اجالے میں پہنچا ۔ پیچھے سے ایک تلوار اسکے سر پر پڑی اور وہ زخمی ہوکر گرا ۔

زخمی ۔ او ظالم تو کون ؟

یوسف ۔ میں یوسف !

زخمی ۔ غضب ۔ ستم ۔ تو شہر میں تھا !

یوسف ۔ اور کہاں ہوتا !

زخمی ۔ تو بچکر نکل گیا ؟

یوسف ۔ اب کون مجھ کو پکڑ سکتا ہے ۔ دیکھ سامنے مسلمانوں کا لشکر ہے ۔ !

زخمی ۔ تھوڑا پانی پلا دے ۔

یوسف ۔ یہاں پانی کہاں ؟

زخمی ۔ مسلمانوں کے لشکر سے لے آ ۔

یوسف ۔ اس لیئے کہ میں پانی لینے جاؤں ۔ اور تو اپنے لشکر کو خبر کردے ۔

زخمی نے نہایت معقول تدبیر کی تھی اس نے داخلہ کے وقت ایک شخص کو اطلاع دیدی تھی کہ کھڑکی میں کچھ کھٹکا ہے ۔ اور میں اندر جاتا ہوں ۔ زخمی اور یوسف باتیں کر رہے تھے کہ چند آدمیوں کی آواز دونوں کے کان میں آئی ۔

زخمی ۔ میرے بازو پر کچھ جواہرات بندھے ہوئے ہیں ۔ یہ کھول لو اور تم لے لو کیونکہ یہ بیکار

جائیں گے ۔

یوسف ۔ ادمکار اسوقت بھی اپنی شرارت سے باز نہیں آتا ۔ حالانکہ جہنم میں جا رہا ہے ۔

اتنا کہہ کر یوسف بھاگا ۔ مگر راستہ میں خیال آیا کہ بھاگنا درست نہیں ۔ وہیں ایک گوشہ میں کھڑا ہو گیا ۔ یہ لوگ زخمی کے سرہانے پہنچے اور پوچھا کون باتیں کر رہا تھا ۔

زخمی ۔ ہائے ظالم ہاتھ سے نکل گیا ۔ اور مجھ کو زخمی کر گیا ۔

لوگ ۔ کیا یوسف تھا ؟

زخمی ۔ ہاں وہی تھا ۔ ابھی لشکرِ اسلامی کی طرف بھاگ گیا ۔

لوگ ۔ اب کوشش فضول ہے ۔

(۴۴)

دن کے دو بجے ہونگے کہ زبیر ابن عوام اور ان کے ہمراہی لشکرِ اسلامی کے قریب پہنچے مسلمانوں نے جب دور سے گرد اڑتی دیکھی تو متحیر ہوئے اور سمجھے کہ شاید عیسائی اسطرف سے ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں اور کوشش یہ ہے کہ ہم کو بیچ میں گھیر لیں ۔ فوراً مسلح ہو گئے ۔ اور منتظر رہے کہ دیکھیں کون ہے ۔

ادھر زبیر اور ان کے ہمراہی جسقدر قریب پہنچ رہے تھے اتنا ہی ان کا جوش اور شوق بڑھ رہا تھا ۔ ابھی لشکر قریب نہ پہونچا تھا کہ کلمہ توحید سے میدان گونج اٹھا ۔ اور مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ امیر المومنین نے ہماری اعانت کے واسطے کمک بھیجی ۔ یہ لوگ بھی آگے بڑھنا چاہتے تھے اور مشورہ کر رہے تھے کہ زبیر آ پہونچے ۔ اسوقت مصلحتاً عبداللہ بن سعد کو مسلمانوں نے علیحدہ کر دیا تھا اور ایک جگہ چھپا دیا تھا ۔ کہ ان کے سر کی تلاش میں یہ لوگ نہ آئے ہوں ۔ زبیر آئے تو انہوں نے السلام علیکم کے بعد پوچھا ۔ عبداللہ کہاں ہیں ۔

ایک شخص نے آگے بڑھ کر مفصل کیفیت بیان کی ۔ زبیر متعجب ہوئے اور ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ۔

کیا سپہ سالار کی عدم موجودگی میں بھی فوج لڑ سکتی ہے۔!
اتنا سنتے ہی عبیداللہ باہر آئے۔ زبیر سے بغلگیر ہوئے۔ اور حرف بحرف لڑائی کی تمام کیفیت بیان کی۔
زبیر جب یہ تمام ماجرا سن چکے تو کہنے لگے تم نے اس اعلان کو اُلٹ کیوں نہ دیا۔
عبیداللہ۔ وہ کیونکر؟
زبیر۔ دیکھو میں دکھاتا ہوں۔
اب زبیر نے تمام فوج کے سامنے اعلان کیا کہ تم سے جو شخص گرگوری کا سر لائیگا اُسکو ایک لاکھ اشرفیاں انعام دی جائینگی۔
فوج کی مسرت کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ اور تجویز یہ تھی کہ کل صبح ہی حملہ کیا جائے۔ مگر مسلمانوں کے جوش کی یہ کیفیت تھی کہ انہوں نے اسی وقت حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

(۴۵)

عیسائی اطمینان سے بیٹھے اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے کہ مسلمانوں کا لشکر شہر پناہ پر پہنچا اور اعلان کیا کہ ہم خدا کے حکم سے آج شہر کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ اگر تم اور تمھارا خداوند ہم کو روک سکتا ہے تو روکے۔ گرگوری موقع پر موجود تھا۔ فوراً فوج کو مسلح ہونے کا حکم دیا۔ اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ ہرچند عیسائیوں نے سرتوڑ کوششیں کیں۔ مگر مسلمانوں کے قدم پیچھے نہ ہٹے۔ اسوقت عیسائیوں نے تیراندازی شروع کی اور اس زور سے بوچھاڑ کی کہ مسلمان پریشان ہو گئے۔ عین اس معرکے میں اور اسی وقت چونکہ مسلمان پریشان ہو چکے تھے۔ یوسف نے عبداللہ ابن سعد سے کہا کھڑکی کی طرف سے آگے بڑھیے اور دشمن کے سر پر پہنچکر تلوار سے کام لیجئے۔
یہ تجویز اچھی تھی یا بُری مگر خطرناک ضرور تھی۔ تاہم اس پر عمل کیا گیا اور جب یوسف اتنا کہکر تلوار ہاتھ میں لے کھڑکی میں گھسا تو اسلامی حمیت نے گوارا نہ کیا کہ اپنے

عیسائی کو تنہا چھوڑ دیں۔ ایک دستہ اُسکے ساتھ اندر گھسا۔ اُدھر عیسائی تیراندازی میں مصروف تھے کہ سر پر دشمن نے تلوار چلانی شروع کردی۔ اب اسکے سوا چارہ نہ تھا کہ سپاہیوں نے تیراندازی موقوف کی۔ اور تلوار سے کام لیا۔ مسلمانوں کا دستہ اور عیسائی تیغ آزمائی میں مصروف تھے کہ عبداللہ بن سعد اور زبیر ابن عوام پورے لشکر کے ساتھ اندر گھسے اور گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔

عیسائیوں کی شجاعت یقیناً قابلِ داد تھی۔ کٹ رہے تھے۔ مگر منہ نہ موڑتے تھے گرگوری نے دیکھا کہ یوسف بڑھ بڑھ کر تلوار چلا رہا ہے۔ بآواز بلند کہا:۔

او مکار تیری یہ ہمت کہ تو ہمارے مقابلہ میں تلوار چلائے۔ یوسف کے برابر میں ہی جاسوس تلوار چلا رہا تھا۔ گرگوری کی آواز سنکر آگے بڑھا اور کہا:۔

تو یوسف پر متحیر نہ ہو۔ میری شجاعت دیکھ کر اسلام نے مجھ میں شجاعت کی کیا روح پھونکدی۔ مجھکو پہچان کہ میں کون ہوں وہی تیری جان کی دشمن سفیریہ۔

گرگوری دانت پیستا ہوا آگے بڑھا اور حالتِ طیش میں چاہتا تھا کہ سفیریہ اور یوسف دونوں کا خاتمہ ایک ہی وار میں کرے کہ سفیریہ نے بائیں طرف سے بچکر ایک ایسا وار کیا کہ گرگوری کا بازو زخمی ہوا۔ اس زخم نے گرگوری کا غصہ اور بھڑکایا۔ اور وہ چاہتا تھا کہ ایک وار صرف سفیریہ پر کرے کہ سفیریہ نے ایسی تلوار دی کہ گرگوری کی گردن تن سے جدا ہوکر علیحدہ جا پڑی۔ گرگوری کا سر علیحدہ ہوتے ہی عیسائیوں کی ہمت چھوٹ گئی۔ اور بھاگنا شروع کیا۔

عبداللہ بن سعد کو حیرت تھی کہ جس جاسوس کے قتل کا ارادہ کر رہے تھے وہ انکا ایسا دوست تھا کہ قدرت نے فتح کا سہرا اسکے سر باندھا۔ عیسائی بھاگے تو مسلمانوں نے انکا تعاقب کیا اور یوسف و سفیریہ دونوں بڈھے کارتھیسٹ تک پہنچے۔ یہاں صرف خداوند موجود تھے۔ یوسف نے بڈھے کارتھیسٹ کی گردن پکڑ کر باہر نکالا اور کہا:۔

کہ اپنی خداوندی کے کرشمے دکھا - اور حقیقی خدا کی عظمت دیکھ -

سفیریہ - میں جو تیرے واسطے آسمانی حور بنا کر بھیجی گئی تھی اب تیری گردن اڑاتی ہوں۔

کارتھلیسٹ - سفیریہ میں اپنی غلطی پر نادم اور قصور پر شرمندہ ہوں - اب میری جان تیرے قبضے میں ہے -

سفیریہ - ہر شخص کی جان خدا کے قبضہ میں ہے - لیکن تونے جو مکر کیا اسکی سزا ملنی ضرور ہے

کارتھلیسٹ - لیکن تو اپنے رحم و کرم سے معاف کر -

یوسف - معاف کرنے کا حق اسکو حاصل ہے نہ مجھ کو - یہ سپہ سالار اسلامی کا کام ہے -

دونوں یوسف اور سفیریہ بڈھے ناکام خداوند کو جو سفیریہ کے عاشق زار تھے ساتھ لے کر لشکر اسلامی میں داخل ہوئے اور سفیریہ نے کہا :-

جسکو آپ جاسوس سمجھ رہے تھے وہ درحقیقت آپکے ایک ادنی غلام یوسف کی کنیز تھی جو اسکی تلاش میں لشکر اسلامیہ کو اپنا سمجھ کر آئی -

عبداللہ - میں اپنی غلطی پر نادم ہوں کہ مجھ سے ناواقفیت میں بھول ہوئی -

سفیریہ - اب اس خداوند کا فیصلہ کیجئے جو خدا ہو کر میرا عاشق تھا -

عبداللہ - یہی ہے وہ خداوند جسکا کلمہ تمام طرابلس میں پڑھا جاتا تھا -

یوسف - جی ہاں اب یہ اپنے قصور کی معافی چاہتا ہے -

عبداللہ - اگر یہ اسلام قبول کرے اور خدا پر ایمان لائے تو ہمارا بھائی ہے

کارتھلیسٹ - اسلام قبول کرنا میرے اور میری شہرت کے واسطے باعث شرم ہے - کوئی اور شرط لگائیے -

عبداللہ - اسکے سوا کوئی شرط نہیں -

اب بڈھا کارتھیسٹ سامنے کھڑا کیا گیا -

سفیریہ ۔ میں جو اسکے واسطے حور بناکر بھیجی گئی تھی اجازت ہو کہ جس تلوار سے گرگوری کو قتل کیا ۔ وہی اس مردود کا بھی سر اڑا دے ۔

عبداللہ ۔ اچھا ۔

سفیریہ ۔ دیکھ او مردود خدا کی خدائی اور اپنا کر ۔

کارتھیسٹ ۔ میں اب اس کے سوا اور کیا کہوں کہ نادم ہوں ۔

سفیریہ ۔ ندامت کافی نہیں ہے ۔ اتنا کہہ کر سفیریہ نے بسم اللہ کی اور اس زور کا ایک ہاتھ مارا کہ بڈھے کارتھیسٹ کی گردن زمین پر تڑپنے لگی ۔

عبداللہ بن سعد نے اب فتح کی خوشی کا پہلا کام یہ کیا کہ مسلمانوں کی جماعت کے روبرو یوسف اور سفیریہ کا نکاح پڑھا دیا ۔

طرابلس میں اب ہر شخص ان دونوں کی صداقت کا معترف تھا ۔ سینکڑوں کارتھیسٹ کے معتقد صرف انکی کامیابی پر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ۔ دوسرے روز صبح کے وقت لشکر نے کوچ کا قصد کیا ۔ عبداللہ بن سعد نے یوسف اور سفیریہ کو سامنے کھڑا کیا اور کہا ۔

ہم طرابلس سے جاتے ہیں ۔ خدا تمہاری عمروں میں برکت دے اور اسلام پر قائم رکھے ۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے ۔ سفیریہ نے جھک کر سپہ سالار اسلامی کی تلوار کو بوسہ دیا ۔ اور فتحمند لشکر اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوا ۔

تمام شد

کتبہ نصیر احمد عرف ملا ہدی تھانوی